بچوں کی تعلیم و تربیت
مفتی محمد فہیم مصطفائی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

بچوں کی صحیح اِسلامی تعلیم وتربیت کے بنیادی اُصولوں پر مشتمل ایک مفید رِسالہ

بچوں کی تعلیم وتربیت

مُرتّب:
محمد فہیم قادری مُصطفائی
صدرمُدرِّس جامعۃُ المُصطفٰی

WWW.NAFSEISLAM.COM

ناشر:
مکتبۃُ النُّعمان ونیہ والہ گوجرانوالہ

[جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں]

نام کتاب ------------------ بچوں کی تعلیم وتربیت

مرتب ------------- محمد فہیم قادری مصطفائی 0300-4406838

نظرثانی ---------------- مولانا محمد یونس، مولانا محمد مشتاق قادری

اوّل ایڈیشن ------------- ربیع الاول 1421ھ 2000ء تعداد------1000

دوم ایڈیشن ------------ جمادی الاخری 1422ھ 2001ء تعداد----2000

سوم ایڈیشن ------------ فروری 2010ء تعداد-----------1100

چہارم ایڈیشن-------------- مئی 2010ء تعداد -----------1100

پانچواں ایڈیشن-------------- نومبر 2010ء تعداد -----------1100

صفحات ------------------------------ 72

ہدیہ -------------------------------45روپے

{ملنے کے پتے}

مکتبہ قادریہ میلاد مصطفیٰ چوک گوجرانوالہ---------کرمانوالہ بک شاپ لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت داتا دربار مارکیٹ لاہور---------مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ جلالیہ وصراط مستقیم فوارہ چوک گجرات---------مکتبہ المصطفیٰ سیالکوٹ

مکتبہ المصطفیٰ اندرون لوہیانوالہ گوجرانوالہ---------مکتبہ دار العلوم دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ اہلسنت اندرون لوہاری گیٹ لاہور---------مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ رضائے مصطفیٰ دار السلام چوک گوجرانوالہ---------مکتبہ ضیاء العلوم راولپنڈی

[فہرست]

Nafse Islam WWW.NAFSEISLAM.COM

WWW.HAQEISLAM.COM

پہلے اِسے پڑھئے

اِسلام ایک مکمل نظامِ زندگی ہے، حیاتِ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کی رہنمائی کے سلسلے میں اِسلام کی واضح اور قابلِ عمل ہدایات موجود نہ ہوں، پیدائش سے لے کر موت تک زندگی کے تمام پہلوؤں کی رہنمائی مذہبِ اِسلام کا طرۂ اِمتیاز ہے، معاشرے میں اِسلامی اِنقلاب برپا کرنے کیلئے سب سے پہلا اِقدام جو قوم کے اَفراد کے ذمہ ہے، وہ یہ ہے کہ ہم اپنے اندرونی وبیرونی اَعمال کا محاسبہ کریں، مسلمان قوم کا دینی فریضہ ہے کہ اپنی ذات کو اور اپنے اَہل وعیال کو مسلمان رکھے، اِس ضمن میں سب سے اہم مرحلہ بچوں کو صحیح اِسلامی تربیت اور اُن کی بنیادی نگہداشت کا ہے، جس کی ذمہ داری سب سے پہلے والدین، پھر مدرسہ یا سکول، پھر معاشرے اور ماحول پر عائد ہوتی ہے، یہ تینوں عناصر بچوں کو اچھا بنانے اور بگاڑنے میں اَہم کردار اَدا کرتے ہیں، یہ بچے نرم ونازک کونپلیں ہیں جنہیں اگر اَللہ اَللہ کی لوریاں دے کر پالا جائے تو وقت کے خالد بن ولید اور طارق بن زیاد بن کر اُبھر سکتے ہیں لیکن اگر انہیں بچوں کی پرورش اور اَخلاقی تربیت میں کسی طرح کی کوئی کمی رہ جائے تو اِس کا اَنجام برا ہوتا ہے اور معاشرے میں جرم پیشہ اَفراد پیدا ہوتے ہیں، لہذا بچوں کی اچھی تربیت کرنا ہم سب کی اَہم ذمہ داری ہے۔

اِس ذمہ داری کو ہم کیسے پورا کر سکتے ہیں، اِس سلسلے میں مذکورہ کتاب آپ کی اچھی رہنمائی کرے گی، اِس ضرورت کے پیشِ نظر فقیر [كَيْفَ نُرَبِّي أَوْلَادَنَا] کا اُردو ترجمہ جدید اِضافہ کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، یہ رسالہ جامعہ نظامیہ کے سالِ سادس میں تعلیم کے دوران ترجمہ کیا گیا تھا، اِس کے دو ایڈیشن پہلے شائع ہو کر ختم ہو چکے ہیں، اسلئے اب تیسرا ایڈیشن جدید ترمیم واضافہ کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے، اَللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ فقیر کی اِس اَدنیٰ کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اِس کتاب کو اَہلِ اِسلام کیلئے مفید اور قابلِ عمل بنائے۔

آمین بِجَاہِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ، وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ!

طالبِ دعا

محمد فہیم قادری مصطفائی

جنوری 2010ء

{تقریظ}

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد شاہد اقبال دامت برکاتہم العالیہ
صدر مدرس جامعہ نعمانیہ لاہور

اِسلام ہمہ گیر دین ہے، کائنات کی تمام مخلوقات کے ساتھ برتاؤ کیلئے اِس میں اُصول وقواعد اور فوائد موجود ہیں، اِنسان اَشرفُ المخلوقات ہے اور اِنسان کیلئے ہی دنیا دارُ العمل اور آخرت دارُ الجزاء ہے، اِسلئے اِنسان ہی کی فلاح وکامرانی کیلئے اَللہ تعالیٰ نے اَنبیاء کرام کو آسمانی کتابوں، صحیفوں اور وحی کے ساتھ مبعوث فرمایا، اِنسان کی ہدایت ورہنمائی اَللہ تعالیٰ کو محبوب ومطلوب ہے، رَسولِ اَکرم کو خاتمُ النّبیین اور رحمۃً اللعالمین ﷺ بنا کر بھیجا گیا، رَحمتِ عالم ﷺ نے اُمت کی فلاح وکامیابی اور رُشد وہدایت کیلئے شب وروز مشقتیں جھیلیں، مصائب برداشت کئے کہ کہیں میری اُمت کو دنیا وآخرت میں نقصان نہ پہنچے، یہ اِس اُمت کی خوش قسمتی وخوش بختی ہے کہ رَبّ تعالیٰ نے اِسے وہ رسول ﷺ عطا فرمایا جنہیں اُمت کا مشقت میں پڑنا گراں گذرتا ہے۔

آج دنیا کا کوئی دستور وقانون اِنسان کی بھلائی وکامیابی کی کامل دلیل وضمانت نہیں دے سکتا، اگر دنیا میں کسی قانون ودستور میں بھلائی، ہدایت اور اِنسانوں کی کامیابی کے تقاضے پورے ہوسکتے ہیں تو وہ دینِ اِسلام ہے، محمد عربی ﷺ کا لایا ہوا نظام ہے، یہی وجہ ہے کہ رَسول اَکرم ﷺ نے جہاں بڑوں کی رہنمائی فرمائی، زندگی گزارنے کے طریقے سکھائے، رہنے سہنے کے آداب تعلیم فرمائے، کھانے پینے، سونے جاگنے، خوشی غمی، نکاح وطلاق، معاملات وتجارت اور قضاء کے آداب ومسائل سکھائے ہیں، وہاں چھوٹے بچوں کی دُرست تعلیم وتربیت پر بھی زور دیا ہے۔

بچوں کی پیدائش سے لے کر بالغ ہونے تک والدین یا جو لوگ بچوں کی پرورش کر

رہے ہیں، اُنہیں کیا کرنا چاہئے؟ کس اَنداز سے اُن کی تربیت کرنی چاہئے تاکہ وہ بڑے ہوکر معاشرے کے بہترین اور کار آمد اَفراد بن سکیں، یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب ہم بچوں کی صحیح اِسلامی اُصولوں اور سنت کے مطابق تربیت کے اَنداز سے واقف ہوں۔

زیرِ نظر رسالہ [**بچوں کی تعلیم و تربیت**] مولانا **حافظ محمد فہیم قادری** متعلم درجہ سادسہ جامعہ نظامیہ لاہور کی عمدہ اور بہترین کاوش ہے جو اِنہوں نے عربی مضمون [**کیف نربی اَولادنا**] کا ترجمہ کرکے کیا، اَللہ تعالیٰ موصوف کو مزید شوق وذوق عطا فرمائے اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد دینِ اِسلام، مذہب مہذب اَہلسنت وجماعت کی ترویج واِشاعت اور تبلیغ کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم!

وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ واَصحابہ وبارک وسلّم۔

حافظ محمد شاہد اقبال

خطیب جامع مسجد صدیق اکبر

بھاٹی گیٹ لاہور

10 ربیع الاول 1421ھ بمطابق 13 جون 2000ء

{تقریظ}

محقق عصر، مفتی، علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ

دینِ اسلام میں فرائض و حقوق کا چولی دامن کا ساتھ ہے، جہاں کوئی شخص اپنے حقوق کا طالب ہوتا ہے، وہاں اُس کے ذمہ کچھ فرائض بھی ہوتے ہیں اور یہ فرائض در حقیقت دوسروں کے حقوق ہیں جو اس کے ذمے ہوتے ہیں۔

حقوق کی دو صورتیں ہیں۔ (۱)۔ حقوق اللہ (۲)۔ حقوق العباد

اگر چہ دونوں قسم کے حقوق اَدا کرنا ہر مومن کیلئے لازم ہے مگر اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور بندوں کی محتاجی کی بنیاد پر حقوق العباد کو بہت زیادہ اَہمیت حاصل ہے، پھر جس کا جس قدر قرب زیادہ ہوگا، اُسی قدر اُس کے حقوق بھی زیادہ ہوں گے اور چونکہ اَولاد اور ماں باپ کے درمیان قرب کا رشتہ سب سے اَہم ہے، اِسلئے ماں باپ کے اَولاد کے ذمہ اور اَولاد کے ماں باپ کے ذمہ حقوق بھی بہت زیادہ ہیں۔

اس وقت زیرِ بحث موضوع تربیتِ اَولاد ہے، اِسلئے ماں باپ کی بڑی ذمہ داری اَولاد کی تعلیم و تربیت ہے، اگر اَولاد کی صحیح تربیت ہوجائے تو گویا ماں باپ نے اپنی اولاد کو اِس قابل بنا دیا کہ اب وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی بجا آوری کو بوجھ سمجھنے کی بجائے فرحت و انبساط کا موجب گردانتے ہیں ،حضرت مولانا محمد نعیم قادری جامعہ نظامیہ رضویہ کے فاضل ذہین، مخلص اور اَچھے کردار کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کے جذبہ سے سرشار ہیں، اُنہوں نے اِسی جذبہ صادقہ کے تحت ایک عربی مضمون ''کیف نربی اولادنا'' کا ترجمہ کیا اور پھر بطور تقدیم بچوں کی تعلیم و تربیت سے متعلق ایک نہایت علمی مقالہ بھی تحریر فرمایا، جس نے کتاب کے حُسن کو دوبالا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد نعیم قادری سلمہ اللہ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور اُنہیں دینِ متین کی خدمت کا زیادہ سے زیادہ جذبہ اور ہمت عطا فرمائے۔

محمد صدیق ہزاروی

یکم جمادی الاخری 1422ھ / 21 اگست 2001ء

{ پیشِ لفظ }

محترم قارئین !

موجودہ حالات میں اَخلاقی قدروں کی پامالی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ،نیکیاں کرنا بے حد دُشوار جبکہ گناہ کرنا انتہائی آسان ہو چکا ہے ، مسجدوں کی ویرانی اور سینما گھروں اور ڈرامہ تھیٹروں کی رونق دِین کا درد رکھنے والوں کے آنسو رُلادیتی ہے، ٹی وی، وی سی آر، ڈش، انٹرنیٹ اور کیبل کے غلط اِستعمال کرنے والوں نے اپنی آنکھوں سے حیا دھوڈالی ہے۔

تکمیلِ ضروریات اور حصولِ سہولیات کی جدوجہد نے اِنسان کو فکرِ آخرت سے یکسر غافل کردیا ہے، یہی وجہ ہے کہ دُنیاوی شان وشوکت مسلمانوں کے دلوں کو اپنا گرویدہ بنا چکی ہے مگر اَفسوس! اپنی قبر کو گلزار جنت بنانے کی تمنا دلوں میں بالکل نہیں ہے، اِن نامساعد حالات کا ایک بڑا سبب والدین کا اپنی اَولاد کی دینی تربیت سے غافل ہونا ہے۔

کیونکہ فرد سے اَفراد اور اَفراد سے معاشرہ بنتا ہے تو جب ایک فرد کی تربیت صحیح اِسلامی خطوط پر اُستوار نہیں ہوگی تو اِس کے مجموعے سے تشکیل پانے والا معاشرہ زبوں حالی سے کس طرح [illegible] رہ سکتا ہے۔

جب والدین کا مقصدِ حیات، حصولِ دولت، آرام طلبی اور عیش پرستی ہوگی تو وہ اپنی اولاد کی تربیت کیسے کریں گے؟

پھر جب تربیتِ اَولاد نہ کرنے کے اَثرات سامنے آتے ہیں تو یہی والدین ہر کس وناکس کے سامنے اپنی اولاد کے بگڑنے کا رونا روتے ہیں ، ایسے والدین کو غور کرنا چاہئے کہ اَولاد کو اِس حالت تک پہنچانے میں اِن کا اپنا قصور ہے کیونکہ اِنہوں نے اپنے بچوں کو A-B-C بولنا تو سکھایا مگر قرآن پڑھنا نہ سکھایا، مغربی تہذیب اور نت نئے فیشن کے طریقے تو سکھائے مگر رسولِ ہاشمی ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے پہلو نہ بتائے، جنرل نالج کی اَہمیت پر اِن کے سامنے گھنٹوں لیکچر دیا مگر فرض دینی علوم

کے حصول کیلئے کوئی کوشش نہ کی، اِس کے دل میں مال ودولت کی محبت تو ڈال دی مگر عشقِ رسول ﷺ کی شمع فروزاں نہ کی، اِسے دنیا کے اِمتحانات میں ناکامیوں کا خوف تو دلایا مگر قبر وحشر کے اِمتحان میں ناکامی سے وحشت نہ دلائی۔

اِسلئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ اِن نامساعد حالات میں بھی ہماری اُولاد نیک اور فرمانبردار بنے اور ایک اچھے شہری اور ایک باکردار مسلمان کا رول اَدا کرے تو پھر ہمیں اپنی اُولاد کی صحیح اِسلامی واَخلاقی اُصولوں کے مطابق تربیت کرنا ہوگی، اِس سلسلے میں مذکورہ رسالہ اِنشاء اللہ العزیز آپ کی مکمل رہنمائی فرمائے گا۔

طالبِ دُعا

محمد فہیم ناصر سلفانو

صدر مدرّس جامعۃ المصطفٰی

{مقدمہ}

اَولاد کیسی ہونی چاہئے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَا} [آل عمران:٣٨]

"اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے نیک اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا سننے والا ہے۔"

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی اپنی آنے والی نسلوں کیلئے نیک بننے کی دُعا کی۔

{رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَا} [ابراہیم:٤٠]

"اے میرے رب! تو مجھے اور میری اولاد کو نماز ادا کرنے والا بنا اور میری دعا قبول فرما۔"

محترم قارئین!

یہی وہ نیک اولاد ہے جو دنیا میں اپنے والدین کیلئے راحتِ جان اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بنتی ہے، بچپن میں ان کے دل کا سرور، جوانی میں آنکھوں کا نور اور والدین کے بڑھاپے میں اِن کی خدمت کر کے اِن کا سہارا بنتی ہے۔

پھر جب والدین دنیا سے گزر جاتے ہیں تو یہ سعادت مند اَولاد اپنے والدین کیلئے بخشش کا سامان بنتی ہے جیسا کہ حدیثِ مبارک میں ہے۔

{عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اَنّٰى هٰذَا، فَيُقَالُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ}

"حضرت سیدنا ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے

شک جنت میں ایک شخص کے درجے کو بلند کیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ یہ کیسے ہو گیا؟ پس اسے کہا جائے گا کہ تیری اولاد کے تیرے لئے استغفار کرنے کی وجہ سے ہوا۔"

[سنن ابن ماجہ: کتاب الادب، باب برالوالدین: ۲۶۰، رقم: ۳۶۶۰]

معلوم ہوا کہ نیک اولاد اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے، والدین کیلئے صدقہ جاریہ ہے اور ان کی دعاؤں کے طفیل فوت شدہ والدین کیلئے قبر میں آسانیاں ہیں۔

یقیناً وہی اولاد آخرت کے لحاظ سے نفع بخش ثابت ہو گی جو نیک و صالح ہو گی اور یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ اولاد کو نیک یا بد بنانے میں والدین کی تربیت کا بڑا دخل ہے۔

ایک مرتبہ ایک مجرم کو تختہ دار پر لٹکایا جانے والا تھا، جب اُس سے اُس کی آخری خواہش پوچھی گئی تو اُس نے کہا کہ اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہوں، اُس کی ماں کو ملنے کیلئے لایا گیا، اُس نے ماں کو دیکھ کر ماں کے کان ناک نوچنے شروع کر دیئے، لوگوں نے دیکھ کر سرزنش کی کہ یہ تمہاری والدہ ہے، اُس نے کہا کہ مجھے اِس تختہ دار تک پہنچانے والی میری ماں ہی ہے، کیونکہ بچپن میں کسی کے کچھ پیسے چرا کے لایا تھا تو اس ماں نے مجھے ڈانٹنے کی بجائے میری حوصلہ افزائی کی تھی جس کی وجہ سے میں جرائم کی دنیا میں بڑھتا گیا۔

محترم قارئین!

واقعی یہ بات حقیقت ہے کہ بچے جب چھوٹی عمر میں ایسی حرکات کرتے ہیں، سکول جاتے ہوئے کبھی کسی کی چیز گھر لے آئے تو جو والدین بچے کی اِس حرکت کو نہ روکیں گے تو انہیں ضرور چوری کی عادت پڑ جائے گی جبکہ اِس کے برخلاف اگر والدین نے ایسی حرکت پر بچے کو سختی سے ڈانٹا تو وہ بچہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

معلوم ہوا کہ بچے کی تربیت کیلئے پہلی درسگاہ، پہلا مدرسہ، پہلا سکول اور پہلا معلم اُس کی ماں ہے، اگر ماں اچھی تربیت کرے گی تو اُس کے بے شمار اثرات مرتب ہوں گے اور اگر ماں باپ اولاد کی اچھی تربیت کرنے کی کوشش نہ کریں تو اس کے نتائج و اثرات برے نکلتے ہیں۔

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی نقل فرماتے ہیں کہ علمائے سمرقند میں سے ابو حفص کے پاس

ایک شخص نے آ کر کہا کہ میرے بیٹے نے مجھے مارا ہے اور مجھے تکلیف پہنچائی ہے، آپ نے کہا کہ سبحان اللہ! بیٹا باپ کو مارتا ہے؟ باپ نے کہا کہ ہاں! اس نے مجھے مارا بھی ہے اور تکلیف بھی پہنچائی ہے، آپ نے فرمایا کہ تو نے اِسے ادب اور علم سکھایا؟ باپ نے کہا کہ نہیں، پھر فرمایا کہ کیا اِسے قرآن پڑھنا سکھایا؟ کہا کہ نہیں، آپ نے پوچھا کہ وہ کیا کام کرتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ زراعت کا، آپ نے فرمایا کہ بیٹے نے تجھے کس وجہ سے مارا ہے؟ اُس نے کہا کہ معلوم نہیں، آپ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ وہ صبح گدھے پر سوار ہو کر کھیتوں کی طرف جا رہا ہو، بیل اُس کے آگے اور کتا اِس کے پیچھے ہو، وہ قرآن کی خوبی سے ناواقف گیت گاتا جا رہا ہو اور ایسے وقت میں تُو نے اُس سے کوئی تعرض کیا ہو گا تو اُس نے تجھے بیل سمجھ کر مار دیا، اللہ کا شکر ادا کرو کہ اُس نے تیرا سر نہیں توڑا۔

[تنبیہ الغافلین:۱/۱۰۷]

محترم قارئین!

معلوم ہوا کہ والدین کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت کریں، اب یہ تربیت نفسیاتی بھی ہونی چاہئے اور دینی بھی اسلئے ہم اپنی کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، پہلے حصے میں بچوں کی تربیت کے نفسیاتی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے گا اور دوسرے حصے میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے مذہبی پہلو بیان کئے جائیں گے۔

حصہ اَوّل

تربیتِ اَولاد کے نفسیاتی پہلو

تعلیم کی ضرورت و اَہمیت

قدیم زمانے میں بھی بے شمار معلّمین فطرتِ انسانی کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، ان تمام لوگوں کی کوششوں کو تعلیمی زندگی کے مختلف شعبہ جات میں بروئے کار لایا جاتا رہا ہے، ہمیں عہدِ قدیم کے کئی ایسے معلّمین کی مثال ملتی ہے جو اپنے طرزِ تدریس میں معتد نفسیاتی اُصولوں کا پاس رکھا کرتے تھے مگر اس سلسلے میں باقاعدہ مشاہدات، تجربات اور تحقیقات کا آغاز ہوئے اُبھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا، اِس حقیقت میں کسے شبہ ہو سکتا ہے کہ تعلیم ہمارے معاشرے کا ایک بہت ضروری عمل ہے، کچھ لکھے پڑھے اور سیکھے بغیر اس دنیا میں زندہ رہنا محال ہے، سارے انسانی تمدّن کی بنیادیں اِس کی تعلیم و تربیت پر اُستوار ہیں۔

تعلیم سے محرومی کے نقصانات

تعلیم کا مقصد ذہنی اور مادی ماحول سے جہالت اور ظلمت کو دور کر کے انسانی زندگی کو حتیٰ الوسع خوش و خرم اور کامیاب بنانا ہے، اگر بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کی بجائے اِنہیں فطرت کے رحم و کرم پر ہی چھوڑ دیا جائے تو وہ جاہل اور بے وقوف ہی رہیں گے۔

نفسیاتی نقطۂ نظر سے تعلیم کا مقصد انسان میں چند خاطر خواہ اور مفید معاشرتی تبدیلیوں کا

پیدا کرنا، انسانی کردار کی اِصلاح اور مناسب ترمیم کرنا ہے، مکتب، سکول، مدرسہ، مسجد اور دیگر معاشرتی اِداروں کو تعلیم کے ذرائع کے طور پر اِستعمال کرنا اَز حد ضروری ہے مگر اِن تمام ذرائع کے باوجود اگر ہم طلباء اور بچوں کے کردار میں خاطر خواہ تبدیلی پیدا کرنے میں ناکام رہیں تو ساری محنت و کوشش بے کار ہو جاتی ہے، بچوں کی تعلیم کا مقصد اس مسئلہ کا عملی حل ہے کہ اِن کے کردار کی تربیت اور مناسب اِصلاح کیسے کی جائے، بچپن میں عدمِ تعلیم اور ناقص تعلیم بلوغت میں جو گل کھلاتی ہے، اِس سے کون واقف نہیں، بچوں کی تعلیم کی اہمیت تو واضح ہے مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ نفسیات اس تعلیمی عمل میں کیسے مدد کر سکتی ہے۔

معلّم کیلئے طلباء کی نفسیات جاننا کیوں ضروری ہے؟

نفسیات ہماری زندگی کا مکمل جائزہ ہے، نفسیات کی جدید ترین اور مقبولِ عام تعریف یہ ہے کہ یہ ایک ایسا معاشرتی علم ہے جس میں اِنسانی کردار کا گہرا مطالعہ کیا جاتا ہے، قطع نظر اس سے کہ اُس کردار کے اَسباب ذہنی ہوں یا جسمانی، شعوری ہوں یا غیر شعوری اور یہ زمانہ حال میں وقوع پذیر ہو رہے ہوں یا زمانہ ماضی میں، اب اگر تعلیم کا مقصد اِس کردار میں مناسب تبدیلی پیدا کرنا ہے تو ظاہر ہے کہ سب سے پہلے کردار کو سمجھنا ضروری ہے اور نفسیات چونکہ اِسی کردار کی جانچ پرکھ کا علم ہے اِسلئے نفسیات کا سمجھنا ضروری ہے، اِسی وجہ سے معلّم کیلئے بچوں کی نفسیات جاننا بے حد ضروری ہے۔

نفسیات سے اِستفادہ کی ضرورت

بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کیلئے ضروری ہے کہ ہم اِن کی فطرت کا مکمل مطالعہ کریں، اِن کے ذہن کے فطری تقاضوں، دلچسپیوں، مشاغل اور اِن کے جذبات کا پورا پورا جائزہ لیں اور پھر اِن حقائق کی روشنی میں اِن کیلئے ایک ایسا نظامِ تعلیم وضع کریں جس میں اِن کی زندگی کے اُن تمام پہلوؤں کا اِحترام ملحوظ رکھا گیا ہو، اِس بحث کو ہم دس اَبواب میں تقسیم کرتے ہیں۔

بابِ اوّل

بچوں کی فطری تربیت

جبلت یعنی فطرت کیا ہے؟

ولیم جیمز نے جبلت یعنی فطرت کی تعریف یوں کی ہے۔ "فطرت کوئی کام کرنے کے رُجحان کا نام ہے۔"

یعنی جبلت ایسا فطری رُجحان ہے جو وراثت میں ملتا ہے اور جس کے سیکھنے میں تجربہ یا کوشش کی ضرورت نہیں پڑتی مثلاً نوزائیدہ بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے چمٹ کر دودھ پینے میں مگن ہوجاتا ہے مگر اُسے دودھ پینے کی غرض وغایت کا پتہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اُسے اِس کام کیلئے کسی قسم کی مشق کرنا پڑتی ہے، کھیلتے ہوئے بچے کا کھلونا چھین لیا جائے تو وہ عموماً غصے کا اِظہار کرتا ہے، اِس کردار کے سارے عمل کو فطری رُجحانوں کا اِظہار کہتے ہیں۔

میکڈوگل کے مطابق فطرت کے تین پہلو ہیں۔

[۱]۔ وقوف [۲]۔ جذبہ [۳]۔ عمل

ہمارے کردار میں فطرت جب بھی عمل پیدا ہوتی ہے، اِس کے مندرجہ ذیل تین پہلو ضرور نمایاں ہوتے ہیں، مثلاً خوف کھانا ایک فطرتی عمل ہے، جب یہ فعل نمودار ہوتا ہے تو ہمیں خوفناک شخص یا چیز یا صورتِ حال کا کچھ نہ کچھ اِدراک ضرور ہوجاتا ہے، مثلاً جب ہم سانپ دیکھتے ہیں یا

اُس کی پھنکار سنتے ہیں تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ کوئی خوفناک چیز ہے، ہماری فطرت کے اِس پہلو کا نام **وقوف** ہے، پھر اِس کے ساتھ ہمیں کچھ احساس پیدا ہوتا ہے یعنی ہم ڈر محسوس کرتے ہیں، اِس پہلو کا نام **جذبہ** ہے اور **وقوف** اور **جذبہ** کے ساتھ ہم کچھ نہ کچھ کرنا بھی چاہتے ہیں یعنی ہم بھاگنا چاہتے ہیں یا لاٹھی لے کر اُس سانپ کو مارنا چاہتے تو اس پہلو کا نام **عمل** ہے۔

فطرتوں کی اَہمیت

کامیاب زندگی گزارنے کیلئے فطرتوں کا سمجھنا ضروری ہے، اگر دوست کو دوسرے دوست کے فطری تقاضوں کا علم ہو جائے تو دوستی اچھی گزرنے کی امید ہے، معلم کیلئے بھی جاننا ضروری ہے کہ طلباء کے فطری تقاضے کیا ہیں تا کہ وہ مدرسے کا نظم و نظسق اور طریق تدریس اس قدر خوشگوار بنا سکے کہ تعلیم میں طلبا کیلئے دلچسپی بڑھے، اسلئے اگر اساتذہ اور والدین بچوں کے فطری تقاضوں سے آشنا ہو جائیں تو پھر بچوں کی تعلیم و تربیت میں آسانی ہو سکتی ہے۔

باب دوم

بچوں کی نشوونما

بچوں کی نشوونما کا سلسلہ پیدائش سے شروع ہوتا ہے اور بلوغت تک جاری رہتا ہے یعنی پیدائش کے فوراً بعد بچہ ایک ایسی کائنات میں داخل ہوتا ہے جہاں رہنے سہنے اور فکروعمل کے معاشرتی انداز زندگی کے ہر شعبے پر مسلط رہتے ہیں۔

اِبتدائی بچپن کی اَہمیت

اِنسانی زندگی میں اِبتدائی بچپن کو بہت اَہمیت حاصل ہے، اِبتدائی عمر میں اِنسان بہت کچھ سیکھتا ہے، آئندہ زندگی کی مسرت اور کامیابی کا اِنحصار بیشتر اِسی اِبتدائی زندگی پر ہے، اگر اَوائل عمر میں بہتر تعلیم و تربیت میسر آجائے تو آئندہ زندگی میں مسرت و کامرانی قدم چومتی ہے، اِس کے برعکس اگر اِبتدائی سالوں میں بچے ناقص تعلیم و تربیت، صحبتِ بد اور غیر مناسب مشاغل میں شمولیت کا شکار ہوجائیں تو آئندہ زندگی میں کامیابی کے اِمکانات کم ہوجاتے ہیں۔

شیر خوار بچے کا معاشرتی طریقہ

شیر خوار بچے اپنے گردوپیش میں دلچسپی نہیں لیتے، دوماہ کا بچہ اپنے اردگرد کے دوسرے

بچوں سے اِنتہائی بے رخی برتتا ہے مگر گھر کے اُن بڑوں میں بہت دلچسپی لیتا ہے جو اُس کی پرورش اور دیکھ بھال کرتے ہیں، تیسرے ماہ میں وہ کھانے پینے کی چھوٹی موٹی چیزوں کی طرف لحہ بھر کیلئے متوجہ ہونا شروع ہوتا ہے، چوتھے ماہ میں اُسے والدین کے اِظہارِ ناراضگی کی کچھ سمجھ آنے لگتی ہے ،عمر کا پانچواں ماہ پورا کرنے کے بعد وہ جھڑکی اور دھمکی کے جواب میں رونا اور مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ میں دینا سیکھ لیتا ہے، اس کے تقریباً دوماہ بعد وہ بچوں کے آسان اور سادہ کھیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

آٹھویں ماہ میں بچہ کچھ ایسی بے معنی آوازیں نکالنا شروع کردیتا ہے جو بامعنی اَلفاظ سے کافی مشابہت رکھتی ہیں، دسویں ماہ تک اُس میں اپنے قریبی ماحول کے دوسرے بچوں میں ہلکی سی دلچسپی کا شعور بھی آجاتا ہے، ایک سال کا بچہ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سلام کرنا سیکھ لیتا ہے، وہ دور کی چیزوں کے نام بھی سمجھنے لگتا ہے، وہ اپنی دلچسپی کی چیزوں کی طرف دوسروں کی توجہ مبذول کرواتا ہے ،اس عمر تک چونکہ اُس کی خواہشات کی تکمیل ہوتی رہتی ہے، اسلئے وہ اپنے آپ کو بہت اہم تصور کرنے لگتا ہے، اگر بچے کے اپنے آپ میں مگن رہنے کے اس رجحان کا اِبتداء ہی میں مداوا نہ کیا جائے تو بڑی عمر میں اِس رجحان کے غرور اور خود پسندی میں تبدیل ہونے کا سخت اندیشہ ہے، یہی وقت ہے جب بچے کو معاشرتی اُصولوں کی عام فہم تعلیم و تربیت کی سخت ضرورت ہوتی ہے، اسے کسی نہ کسی طرح مل جل کر رہنے سہنے اور جمہوری اُصولوں کی طرف راغب کیجئے ،اِبتدائی عمر میں غیر معاشرتی رُجحانات کا علاج ممکن ہے اور آسان بھی جبکہ بڑی عمر میں علاج مشکل ہوجاتا ہے۔

بچپن اور معاشرتی وُسعت

تین سال کے لگ بھگ بچے مدرسے یا سکول جانا شروع کردیتے ہیں، مدرسے یا سکول میں داخلہ بچوں کی معاشرتی نشوونما میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، اپنے ہم مکتبوں کی مختلف عادتیں اور اُن کی نئی نئی حرکتیں بچے کے کردار پر گہرا اثر ڈالتی ہیں، نئی نئی چیزوں کی جانچ پڑتال کرنے کیلئے بچہ طرح طرح کے سوالوں کی بوچھاڑ شروع کردیتا ہے، والدین اور اَساتذہ کو بچوں کی اس

دریافت طلبی سے اُکتانا نہیں چاہئے بلکہ ہر ممکن طریقے سے اِن کے معصوم سوالوں کا معقول جواب دیتے رہنا چاہئے۔

گروہ بندی کا رُجحان

چھ سے بارہ سال کی درمیانی عمر میں گروہ بندی کا رُجحان بہت بڑھ جاتا ہے، بچے مدرسے یا سکول اور محلے کے چند مخصوص ساتھی منتخب کر لیتے ہیں اور اُن سے ملکر طرح طرح کی شرارتوں، کھیل کود اور سیر و تفریح کے مشاغل میں جی بہلاتے ہیں، بسا اوقات بچپن کی بظاہر معصوم گروہ بندیاں خطرناک صورت اِختیار کر کے خلاف معاشرت حرکات اور مجرمانہ اَفعال کی حد تک پہنچاتی ہیں، اِسلئے والدین اور اساتذہ کو چاہئے کہ بچوں کی گروہ بندی کے سلسلے میں کڑی نظر رکھیں اور ان کی مناسب تربیت کرتے رہیں۔

بچوں کا معاشرتی اَخلاق

بچہ نیکی اور بدی کے اِبتدائی اور آسان فہم تصور سے شروع عمر میں ہی آگاہ ہو جاتا ہے اور کسی معاشرتی صورت حال میں صحیح اور غلط میں تھوڑی بہت تمیز کر سکتا ہے، اگر گھر میں پانچ چھ برس کی عمر تک سے معاشرتی اَخلاق کی اِبتدائی تربیت دی گئی ہو تو اساتذہ اور دیگر بزرگوں کی مزید رہنمائی سے یہ تربیت اُس کے کردار پر خاطر خواہ اثر ڈالتی ہے۔

باب سوم

جذباتی نشوونما

کسی احساس کی حرارت، شدت اور تلاطم کا نام جذبہ ہے، جذبات جب جوش میں آتے ہیں تو فرد اپنے اندر ایک عجیب کہرام محسوس کرتا ہے، خوف، غصہ، حقارت اور محبت کے جذبات ہم روز مرہ زندگی میں عام محسوس کرتے رہتے ہیں، ہماری زندگی میں حصول مقصد کیلئے حرکت، تڑپ، جدوجہد اور انقلاب بہت حد تک ہمارے جذبات کی ہی بدولت رونما ہوتے ہیں مگر جذبات کو زیادہ ڈھیل دے دی جائے تو زندگی میں افراتفری، انتشار اور طوفان برپا ہو جاتے ہیں۔

بچپن میں جذباتی نشوونما

بچپن کے آغاز اور مدرسہ یا سکول میں داخلہ سے بچوں کی جذباتی زندگی میں خاطر خواہ تبدیلیاں رونما ہونے لگتی ہیں، ان حالات میں جذبات پر قابو پانے اور انہیں بہتر سمتوں میں بیان کرنے کی صلاحیت پیدا ہونے لگتی ہے، اب اگر مدرسہ یا سکول کا ماحول ناساز گار ہو تو بسا اوقات بچپن کے ناخوشگوار جذباتی رُجحانات مدرسہ یا سکول میں داخلہ کے بعد بدستور قائم رہتے ہیں، بچے کا جذباتی نظام زیادہ تر والدین کی جذباتی عادتوں کا مرہون ہوتا ہے، ابتداء میں بچہ اپنے والدین پر بے

اِنتہا جذباتی فخر محسوس کرتا ہے، وہ ان کے کردار اور اَطوار کو اَخلاق اور اِنسانیت کا بہترین نمونہ سمجھتا ہے، بدمزاج اور تُرش رُو والدین اپنی غیر متوازن زندگی سے اپنے بچوں پر بہت برا اَثر ڈالتے ہیں، اِن کے بچے بھی عموماً غصیلے اور جھگڑالو ہوتے ہیں۔

اِن مُضِر یعنی نقصان دہ رُجحانات کا مناسب علاج کرنے کیلئے بچوں کو اپنے کردار کے اچھے یا برے اَثر پیدا کرنے کی معاشرتی تربیت دینا ضروری ہے، والدین کو بچوں پر اپنا حکم اَندھا دھند تھوپنے سے گریز کرنا چاہئے اور بچوں کی جذباتی حاجات کی وقت پر مناسب طریقے سے تشفی کرنی چاہئے تاکہ اُن میں معاشرے کا متوازن اور تندرست فرد بننے کی صلاحیت بڑھتی رہے۔

متوازن نظم ونسق

مدرسہ اور گھر کا غیر مناسب نظم ونسق اور ماحول بچوں کی جذباتی صحت برباد کردیتا ہے، بچوں پر حد سے زیادہ قید وبند لگا دینا یا اُنہیں ضرورت سے زیادہ ڈھیل دے دینے کی پالیسی اپنائے رکھنا مدرسہ اور گھر دونوں جگہ بچوں کیلئے مہلک ثابت ہوسکتا ہے، اَساتذہ اور والدین کا ایک ایسا متوازن رویہ جس میں اِختیار اور نگرانی کا معقول اِمتزاج موجود ہو، بچوں کی جذباتی صحت کیلئے بہت مفید ثابت ہوتا ہے، بچوں کی جذباتی تربیت والدین اور اَساتذہ کا اہم ترین فریضہ ہے، ماہرینِ نفسیات نے سائنسی اَنداز میں جذبات کی عمومی تربیت کیلئے مندرجہ ذیل طریقے تجویز کئے ہیں۔

[۱]۔ تصعید

کسی فطری رُجحان کو اِس کی فوری اور فطری جذبات کی غرض سے ہٹا کر کسی بہتر اور بلند نصبُ العین کے تابع کرنے کو تصعید کہتے ہیں، مثلاً غصہ آنا ایک فطری رُجحان ہے، اِس کو باہمی لڑائی جھگڑے کی بجائے بلند نصبُ العین یعنی کفار کے خلاف جہاد اور گستاخانِ رَسول کے خلاف جہاد میں بھی اِستعمال کیا جاسکتا ہے۔

[۲]۔ ضبطِ جذبات

اگر چہ کسی نہ کسی اَنداز میں جذبات کا اِظہار ضروری ہے تاہم متوازن معاشرتی زندگی کیلئے ہمیں اکثر مواقع پر کئی ایک جذبات دبانے بھی پڑتے ہیں، اِسلئے کامیاب اور متوازن زندگی کیلئے بچوں کو مناسب مواقع پر ضبطِ جذبات سے کام لینے اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی تربیت دینا بھی بے حد ضروری ہے۔

[۳]۔ مصروفیت

"بے کار آدمی شیطان کی آماجگاہ ہوتا ہے" جذبات کو ہماری شخصیت کے اندر شور و غوغا برپا کرنے کا موقع عموماً اُس وقت ہاتھ آتا ہے جب ہم فارغ ہوں، اِسلئے من کی دنیا کے جذباتی فساد کی زد سے بچوں کو [illegible]ار رکھنے کیلئے اُنہیں ہر وقت کسی نہ کسی دلچسپ اور تعمیری مشغلے میں مصروف رکھنا بے حد ضروری ہے۔

والدین اور اَساتذہ کا فریضہ

والدین اور اَساتذہ کا فرض ہے کہ بچوں کی جذباتی تعلیم و تربیت کے فریضہ کو نہایت فہم و فراست سے سرانجام دیں، گھر پر بچوں کیلئے بہترین نگہداشت اور معقول شفقت کا ماحول مہیا کیا جائے، اِن کی ضد، لڑائی، جھگڑے، رنجشوں اور ذہنی اُلجھنوں کا مناسب حل ڈھونڈنے کی پوری پوری کوشش کی جائے۔

مُعلّم کا ذاتی کردار

مدرسہ یا سکول میں اُستاذ کو طلبہ کے سامنے اپنے آپ کو ایک مثالی شخصیت کی حیثیت سے پیش کرنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے، خوش مزاج، باہمت اور پُر اُمید اُستاذ بچوں میں بہتر جذباتی اَوصاف پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے جبکہ بد مزاج، تُرش رَو، بے حوصلہ اور ہر وقت نااُمید

رہنے والا معلم و اُستاذ بچوں میں جذباتی اُوصاف پیدا نہیں کر سکتا۔

بابِ چہارم

بچوں کی ذہنی نشوونما

گھر کی فضا اور والدین کی تربیت بچے کی شخصیت اور کردار پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہے، خاندانی عناصر کے علاوہ مدرسہ یا سکول کی زندگی بھی بچے کی ذہنیت کو بے حد متاثر کرتی ہے، مدرسہ کی تعلیم کا مقصد بچوں کو اس قسم کی ابتدائی تربیت دینا ہے جس سے اِن میں مختلف علوم کی ابتدائی چیزیں سمجھنے، آئندہ زندگی میں متوازن، بااَخلاق اور خوش مزاج شہری بننے کا سلیقہ پیدا ہو، یہ صلاحیتیں طلبہ میں اُسی وقت اُجاگر ہو سکتی ہے، جب وہ ذہنی طور پر اِس قابل ہوں کہ اِس تربیت کے نشیب و فراز اور اِس کی غرض و غایت کو سمجھ سکیں، چونکہ مدرسہ یا سکول کی علمی اور معاشرتی زندگی سے وہی طلبہ مستفیض ہو سکتے ہیں جو ذہنی طور صحت مند ہوں، اِسلئے معلم کو تعلیم و تربیت کے اِس پہلو سے غفلت نہیں برتنی چاہئے، کوئی معلم طلبہ کو تعلیم کی صحیح روح سے روشناس کرانے میں اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ اِن کی ذہنی صحت کی دیکھ بھال کا خصوصی اِہتمام نہ کرے، مدرسہ یا سکول میں بے شمار عناصر بچوں کی ذہنی صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں، سمجھنے کی خاطر اِن عناصر کو چار صورتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

[۱]۔ معلم کی شخصیت [۲]۔ نصابِ تعلیم

[۳]۔ طریقِ تدریس [۴]۔ مدرسہ کی غیر نصابی دلچسپیاں

[۱]۔ بچوں کی ذہنی صحت پر معلم کی شخصیت کا اثر

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ معلم یعنی اُستاذ کی شخصیت بچوں پر بے پناہ اثر ڈالتی ہے، اگر معلم کی اپنی زندگی ذہنی صحت کی نعمتوں سے مالا مال ہو، وہ خوش وخرم رہتا ہو اور اپنے فن اور اپنے شعبہ میں عبور رکھتا ہو تو وہ خوش نصیب بچے جو اس معلم سے تعلیم حاصل کرتے ہیں، بہت فائدہ میں رہتے ہیں اور اگر معلم خود ہی ذہنی صحت سے محروم ہو اور خود نفاست وپاکیزگی سے محروم ہو تو بچوں کے فکر وعمل کا صحیح ہونا مشکل ہو جاتا ہے، گھر میں جو مقام والدین کو حاصل ہے، مدرسہ یا سکول میں وہی حیثیت اُستاذ کی ہے، بچوں کی تعلیم وتربیت کے بارے معلم پر والدین سے بھی زیادہ اہم فرائض عائد ہوتے ہیں، چنانچہ ہر بچہ یہ چاہتا ہے کہ معلم اُس میں خصوصی دلچسپی لے، اُس کے کام کو سراہے اور اُس سے شفقت اور مروت سے پیش آئے، یہ بجا ہے کہ معلم کو اَدنیٰ اِقتصادی اور معاشرتی مقام دے کر معاشرہ اپنے سارے نظام پر عموماً اور بچوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصاً بہت بھاری ظلم کرتا ہے مگر معلم اِس بنیادی بے اِنصافی کا اِنتقام بچوں کی تعلیم وتربیت کے معاملہ میں غفلت برتنے کی صورت میں لے تو یہ بھی سنگین معاشرتی اور اَخلاقی جرم ہے۔

اسلئے معلم اور طلبہ کے مابین ایک جذباتی لگاؤ اور خوشگوار تعلق ہونا اُتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ جینے کیلئے ہوا، پانی وغیرہ، طلبہ سے خوشگوار تعلق اور ربط اُسی صورت قائم ہو سکتا ہے جب معلم ہر طالب علم کی مشکلات کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اُنہیں حل کرنے کی طرف مکمل توجہ دے یعنی طالب علم میں موجود کمزوریوں اور خامیوں پر صرف ڈانٹ ڈپٹ ہی مکمل حل نہیں بلکہ اُس کے پس پیش مشکلات کو سمجھ کر اُن کا مناسب حل تلاش کرنا چاہئے۔

[۲]۔ نصابِ تعلیم اور ذہنی صحت

غیر موزوں نصابِ تعلیم بھی بچوں کی ذہنی صحت بگاڑنے کا سبب بنتا ہے، ناقص نصاب بچے کے دل میں علم سے لگاؤ پیدا کرنے کی بجائے بیزاری اور نفرت کے جذبات اُبھارتا ہے، کسی بچے کو
کوئی مضمون روکھا پھیکا اور مشکل نظر آتا ہو تو وہ یا تو اُس میں مسلسل ناکامیوں کا شکار ہونے لگتا ہے یا پھر جبراً اُس کا مطالعہ جاری رکھتا ہے تو یہ دونوں صورتیں ذہنی صحت کیلئے ناسازگار ہیں، مختلف عمر کے بچوں کیلئے موزوں نصابِ تعلیم وضع کرنا ایسا لطیف اور دقیق عمل ہے جسے مسلسل مشاہدات، تجربات اور تحقیقات کی مدد سے ہی سرانجام دیا جاسکتا ہے۔

[۳]۔ طریقِ تدریس اور ذہنی صحت

نصاب کے مضامین کے علاوہ معلم کے پڑھانے کا طریقہ بھی بچوں کی ذہنی صحت پر اَثر انداز ہوتا ہے، معلم کو چاہئے کہ وہ درس وتدریس کے سلسلہ کو دلچسپ اور طلبہ کی ذہنی صلاحیت کے عین مطابق رکھے تاکہ طلبہ کے ذہن اِدھر اُدھر بھٹکنے سے بچے رہیں، معلم کو چاہئے کہ وہ اپنے ذہنی لیول کے مطابق نہ پڑھائے بلکہ طلبہ کے اَذہان پر پورا اُتر کر تدریس کرے تاکہ ذہین طلبہ اور کمزور طلبہ بھی اُس کی تدریس کو سمجھ سکیں۔

[۴]۔ غیر نصابی دلچسپیاں اور ذہنی صحت

باضابطہ درس وتدریس کے علاوہ مدرسہ یا سکول کی غیر نصابی سرگرمیاں بھی بچوں کی ذہنی صحت پر بہت خوشگوار اَثر ڈالتی ہیں، مدرسہ میں بچوں کی معاشرتی اور تمدنی دلچسپیوں کے سامان موجود ہونے چاہئے، مدرسہ کی مختلف مجالس اور مباحثہ کے پروگرام بچوں میں دوسروں کے اَفکار ودلائل کو سمجھنے، اپنے خیالات پیش کرنے اور اُن میں مناسب ترمیم واِصلاح کرنے کا سلیقہ پیدا کرتے ہیں۔

باب پنجم

بچوں کی عادتیں

تین مہینے کی عمر میں بچے کئی ایک ایسی عادتیں سیکھ لیتے ہیں جو اگر غلط راہ اختیار کر جائیں تو بعد میں اُنہیں بدلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، بچہ ہر اُس حرکت کو دُہرانا چاہتا ہے جس میں اُسے لذت میسر آئے، لذت کا یہی اِحساس عادت کی بنیاد بن جاتا ہے، یہ احتیاط رہے کہ گھریلو ماحول ایسا رہے جس میں بچے کو اچھا کام کرنے میں خوشی اور ہر بری حرکت میں کوفت محسوس ہو۔

چند بنیادی عادتیں

پیشاب، پاخانہ، کھانے پینے اور سونے کی بنیادی جسمانی عادتیں بچے کو زندگی کے پہلے چند مہینوں میں ہی پڑ جاتی ہے، پیشاب پاخانہ کیلئے بیٹھنے، وقت پر کھانا کھانے اور سونے کی تمیز سکھاتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ بچہ اس اِبتدائی تربیت سے کسی قسم کا بوجھ یا دباؤ محسوس نہ کرے، اس کی آئندہ ذہنی اور جسمانی صحت کا اِنحصار اِنہی اَوّلین عادات کے مناسب نشوونما پر ہے۔

ہمارے ہاں پیشاب پاخانہ کیلئے اکثر بچوں کو نہایت بے تکلفی سے گلی کی گندی نالی پر بٹھا

دیا جاتا ہے، والدین کبھی بھی یہ محسوس نہیں کرتے کہ گلی کی نالی کو بیت الخلاء میں تبدیل کرنا بہت نازیبا حرکت ہے، بچوں کو بچپن سے ہی اس عادت سے بچانا چاہئے۔

اِن عادات کو سنوارنے میں ہر وقت گرم مزاجی قرینِ مصلحت نہیں، اگر آپ سزا دے کر زبردستی بچوں میں اچھی عادت راسخ کرنے کی کوشش کریں گے تو یاد رکھیں! کہ بچہ کسی وقت آپ سے آنکھ بچا کر ایک آدھ بار ضرور بری حرکت دہرائے گا، لہذا بہتر یہ ہے کہ آپ بہت نرمی سے اُسے صاف ستھرا رہنے کی تلقین کریں۔

عادتوں کا بننا اور بگڑنا

بعض اوقات اچھے بھلے صحت وصفائی سیکھتے بچے بگڑ جاتے ہیں، اس کے بے شمار اَسباب ہیں، نئی بہن یا بھائی کی پیدائش پر ناز ونعم میں پلے ہوئے اکلوتے بچے کو بھاری ذہنی صدمہ پہنچتا ہے، ایک وقت تک صفائی کا پابند رہنے کے بعد اب وہ پھر غلیظ عادتوں کی طرف مائل ہونا شروع ہوجاتا ہے، اس کا یہ رجحان والدین کی شفقت کی کمی اور نوزائیدہ بچے سے ضرورت سے زائد لاڈ پیار کے خلاف ایک فطری احتجاج ہے، لہذا والدین کو اس بچے کے ساتھ پہلے کی طرح ہی شفقت و پیار کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیش آنا چاہئے۔

کھانے پینے کی عادتیں

کھلانے پلانے کے بارے میں بچوں کے اکثر والدین ناسمجھی کا مظاہرہ کرتے ہیں، کھانے کیلئے بہت زیادہ دے دینا، ہر وقت میٹھی چیزیں اور چاکلیٹ کھلاتے رہنا یا بہت کم کھانے کو دینا اور میٹھی چیزیں کھانے سے بالکل منع کر دینا بچوں کے خوردونوش کے تقاضوں سے بہت بڑی ناانصافی ہے، مناسب اَوقات پر مناسب مقدار میں مناسب کھانا اور اپنی بساط کے مطابق بچوں کو پھل اور میٹھی چیزیں وغیرہ کھلانی چاہئے، بچوں میں یہ عادت ڈالنی چاہئے کہ جب بھوک لگے تب ہی کھائیں، کھاتے وقت بے جا روک ٹوک بھی قرینِ مصلحت نہیں، بچوں کو کھانے پینے میں بہت زیادہ

آزادی دے دینا بھی اچھا نہیں۔

سونے کی عادتیں

عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ بچوں کو آہستہ آہستہ خود اپنے ہاتھ سے کھانے کا عادی بنانا چاہئے ماں باپ کے ساتھ سونے کی عادت دس سال کی عمر میں ختم کر دینی چاہئے، سونے سے پہلے والدین اگر بچے کو کوئی اچھی سی کہانی سنا دیا کریں تو بچہ بہت خوشی محسوس کرتا ہے، رات کو جلد سو جانا اور صبح سویرے اُٹھنا بچوں کیلئے بے حد مفید ہے۔

بڑوں کی بری عادتیں اور بچے

گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا، غلاظت میں کھیلنا اور ہر وقت گندے بنے رہنا، جھوٹ بولنا اور چوری چکاری ایسی بری عادتوں سے بچوں تو کیا، بڑوں کو بھی بچنا چاہئے، اگر آپ کا بچہ ایسے ماحول میں پرورش پاتا ہے جہاں وقت کی پابندی، والدین کے نرمی سے سمجھانے کے طریقے اور مناسب کام کو مناسب انداز میں کرنے کا رواج ہو تو بچوں کے بری عادتوں میں گرفتار ہونے کا اندیشہ بہت کم ہو جاتا ہے، بہت زیادہ نگہداشت کرنے، ہر کام میں بچوں کی بے جا مدد کرنے اور ہر خواہش کو فوراً پورا کر دینے سے بھی بچوں کی اچھی تربیت کو نقصان پہنچتا ہے۔

اساتذہ اور والدین کے فرائض

بری عادتوں کی اِصلاح کا مناسب وقت بچپن ہی کا زمانہ ہے، عادت اگر پختہ ہو جائے تو اِس کا چھوٹنا بہت مشکل ہے، اِسلئے بہت اِحتیاط برتنی چاہئے کہ آپ کے بچے اچھی عادتیں سیکھیں، اگر وہ بری عادتوں کے چنگل میں پھنس بھی جائیں تو اصلاحی فرائض سے غفلت یا اِصلاح کے غلط طریقے اِختیار کرنے کی بجائے پیار و محبت سے بچوں کو سمجھانا چاہئے۔

باب ششم

بچوں کی غلطیاں اور بہانے

بچوں کی روزمرہ کی لغزشوں پر خفا نہیں ہونا چاہئے بلکہ ان کی خطاؤں کو اچھی طرح سمجھ کر اِن کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے، اِن کے بنیادی اَسباب ڈھونڈ کر روک تھام کے مناسب حل سوچنے چاہیے۔

کاہل بچے

بچوں کی بے شمار خطاؤں کی ایک وجہ سستی اور کاہلی ہوتی ہے، سستی کے اَسباب جہاں جسمانی ہیں، وہاں اِس سلسلے میں ذہنی عناصر کو بھی کافی دخل ہے، سست بچے چلنے پھرنے کی بجائے آرام سے بیٹھے رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں، اپنی سستی کی وجہ سے گھر اور مدرسے کے کام میں دلچسپی کم لیتے ہیں، اِس طرح کے کاہل بچوں کا طبی معائنہ کروانا چاہئے۔

خود غرضی

خودغرضی کی وجہ سے بھی بچے بہت کچھ کر بیٹھتے ہیں، خود غرض بچے ہر کام میں محض اپنا ہی بھلا سوچتے ہیں، اُنہیں دوسروں کے احساس کا قطعی پاس نہیں ہوتا، ایسے بچے گھر میں بات بات پر "میں کیا کروں" "مجھے اِس سے کیا" وغیرہ کے جواب عام دیتے رہتے ہیں، اب سزا دینے کی بجائے بچوں کو نرمی سے سمجھائیں کہ اگر وہ ایک دوسرے سے مل جل کر رہنا سہنا سیکھیں تو سب اُنہیں اچھی نگاہ سے دیکھیں گے اور والدین بھی اُن سے زیادہ پیار کریں گے، تمام کام اپنے بہن بھائیوں پر چھوڑ دینا اور گھر کے چھوٹے موٹے کاموں میں اپنے والدین کا ہاتھ نہ بٹانا اچھے بچوں کا طریقہ نہیں ہے۔

نافرمان بچے اور والدین کی ناسمجھی

ناسمجھ والدین اور گھر کی خشک اور خطیبانہ فضا بھی بچے کو گستاخ بنا دیتی ہے، بسا اُوقات بچوں کی گستاخی، اُن کی کم فہمی اور سرمایۂ اَلفاظ کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے، مثلاً آپ پیار سے بچے کو "اُلو" کہیں گے تو دوسرے دن وہ سب کے سامنے آپ کو اُلو کہنا شروع کر دے گا تو بچے کی اس معصوم گستاخی پر سیخ پا نہیں ہونا چاہئے، اکثر والدین شکایت کرتے ہیں کہ اُن کے بچے گالیاں بہت بکتے ہیں، بڑوں کا اَدب نہیں کرتے اور بہت نافرمان ہوتے جا رہے ہیں تو بچوں کو گالیوں سے بچانے کیلئے گھر کا ماحول گالیوں سے پاک ہونا ضروری ہے اور پھر بچوں کو اُس کے محلے کے گندے بچوں کی صحبت سے بچانا بہت ضروری ہے، اِسی طرح بچوں سے احترام کی توقع رکھنے سے پہلے بزرگوں کو خود بھی اپنے قول و فعل میں احتیاط برتنی چاہئے، فرمانبرداری اور اطاعت کی تربیت کیلئے مؤدب اور نیک بچوں کی دلچسپ کہانیاں سنانا بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے، ہر وقت گھر کے اندر مقید رہنے اور بڑوں کی تعظیم و تکریم کی ہر وقت نصیحتیں اور ہدایتیں سنتے رہنے سے بھی بعض اَوقات بچہ اُکتا جاتا ہے، پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ اِس بے کیف اور خطیبانہ ماحول سے بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے، اِسلئے پند و نصیحت کرتے وقت بھی ایک معتدل اور متوازن طریقہ کار منتخب کرنا چاہئے۔

بچوں کی شرارتیں

شرارتیں کرنا تو بچوں کا بے حد پسندیدہ مشغلہ ہے، چھوٹی چھوٹی شرارتیں تو نظر انداز ہونی چاہئے مگر حد سے زیادہ شریر بچہ گھر، گلی اور مدرسہ میں سب کیلئے باعثِ تکلیف بن جاتا ہے، ننھے بچوں
کی اکثر شرارتیں محض کم علمی اور بے شعوری کی وجہ سے ہوتی ہیں، مثلاً یہ نہ جانتے ہوئے کہ سیاہی سے کتابوں پر بدنما داغ پڑ جاتے ہیں، وہ بڑی بے تکلفی سے کتابوں پر دوات اُنڈیل کر سیاہی بہنے کا تماشہ دیکھتا ہے، بعض چھوٹے بچوں کی شرارتوں پر گھر کے بعض بڑے لوگ بہت خوش ہوتے ہیں، ان کی ہنسی کو بچہ خراجِ تحسین سمجھتا ہے اور اُسے نئی نئی شرارتیں سوجھنے لگتی ہیں، ایسا بچہ مدرسے یا سکول میں شرارتوں سے سب کا ناک میں دم کر دیتا ہے، سزاؤں یا جرمانوں سے بچے کی اصلاح کی اُمید ممکن نہیں بلکہ شرارتی بچے کو بڑے تحمل سے مؤدب کردار کی آسان فہم تعلیم دینی چاہئے، اُسے اچھے بچوں کی زندگی کے حالات سنانے چاہئے، اس میں نیک بچوں کے ساتھ چلنے پھرنے کی عادت ڈالنی چاہئے تاکہ اُسے اچھے کردار کو اپنانے کی رغبت محسوس ہو۔

حیلے بہانے کرنا

بعض اُوقات کسی بچے کے سپرد کوئی چھوٹا موٹا کام کیا جائے اور وہ کسی وجہ سے نہ کر سکے تو وجہ پوچھنے پر وہ طرح طرح کے معقول بہانے گھڑتا ہے، مثلاً دکان بند تھی، میرے سر میں درد تھا، میں بھول گیا تھا وغیرہ، بچے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو بے قصور ثابت کر کے اپنی خطا کیلئے دوسروں کو ذمہ دار ٹھہرا دے، اسی طرح اکثر بچے فرضی بیماریوں کے بھی بہت بہانے لگاتے ہیں، صبح مدرسے یا سکول جانے سے کچھ دیر پہلے بعض بچے شکایات کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ اُن کی طبیعت خراب ہو رہی ہے، اِن کے سر میں درد ہے، اِن کے پیٹ میں درد ہے اور بعض بچے تو واقعی طور پر بیماری کے آثار کا ڈرامائی اظہار بھی کرنے لگتے ہیں، عموماً چھٹی کے وقت آنے تک یہ مرض بھی کم ہو

جاتے ہیں، یہ فرضی بیماریاں امتحانات کے دنوں میں خصوصاً بہت عام ہو جاتی ہیں۔
بیماری کا بہانہ کرنا زندگی کے تلخ تقاضوں اور ذمہ دارانہ فرائض سے گریز ہے، فرار کا یہ طریقہ سست اور لذت پسند بچوں کا بہت پرانا ہے، اسلئے والدین اور اساتذہ پر یہ اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ انتہائی سمجھ داری کے ساتھ بچوں کے ان بہانوں کو جان کر ان کا فوری تدارک کریں۔

باب ہفتم

بھگوڑے اور آوارہ بچے

مدرسے اور گھر سے بھاگ جانا بھی بعض بچوں کا محبوب مشغلہ ہے، والدین اور معلم کو ایسے بچوں کا خاص دھیان رکھنا چاہیے، بھگوڑا پن بچے کو عام زندگی میں جرم کی طرف مائل کرنے میں بہت اثر رکھتا ہے۔

بچوں کو آوارگی کی عادت

بچے فطرتاً گھومنے پھرنے کے شیدائی ہوتے ہیں، وہ خطرات پسند معرکوں میں خاص لطف محسوس کرتے ہیں، ایک مبہم سی اُمنگ انہیں سیر وتفریح، بے مقصد سفر اور عجیب وغریب مہموں کیلئے ہر وقت تیار رکھتی ہے۔

بھگوڑے پن کے اَسباب

گھر سے بھاگنے کی عادت کے متعدد اَسباب ہو سکتے ہیں، خراب صحت، گھریلو نظم و نسق میں اَبتری، بازاروں کی رونق کی کشش، نقدی حاصل کر کے طرح طرح کی چیزیں کھانے کی عادت، مدرسے یا سکول میں نصاب کا مشکل محسوس کرنا اور معلم اور والدین کی بے توجہی یا سخت گوئی وغیرہ متعدد اَسباب ملکر بھاگنے کے رُجحان کو تقویت دیتے ہیں، بعض اَوقات سکول یا مدرسے سے بھاگنے کی پہلی حرکت محض اِتفاقی ہوتی ہے، مثلاً بچے کو مدرسے یا سکول پہنچنے میں دیر ہوگئی، اب اُسے ڈر ہے کہ اُستاذ کی چھڑی اُس پر اَندھادھند برسے گی، راستے میں اُسے کوئی آوارہ رفیق مل جاتا ہے، چنانچہ دونوں اپنے بستے بغل میں دبا کر کسی دلکش مقام کی سیر کیلئے نکل جاتے ہیں، بھاگنے کے اِس اِبتدائی تجربے سے بچے کو اِس قدر لطف آتا ہے کہ اُسے یہ حرکت بار بار کرنے کی شدید خواہش محسوس ہوتی ہے۔

آوارہ بچوں کا نفسیاتی جائزہ

بعض بچے مدرسے یا سکول میں جانے سے ہی اِنکار کر دیتے ہیں، اِس کے بھی متعدد محرکات ہو سکتے ہیں، ممکن ہے کہ بچہ گھر کا آرام دہ ماحول چھوڑ کر اجنبی فضا میں شریک ہونے سے گریز کر رہا ہو، ایسے بچے کو اِس کی مرضی کے خلاف مدرسہ یا سکول میں زبردستی داخل کرانے کا نتیجہ یقیناً یہ ہوگا کہ وہ مدرسہ سے بھاگنا شروع کر دے گا اور اگر آپ گھر پر بھی سختی کریں گے تو وہ گھر سے بھاگ کر آوارہ گردی کرنا شروع کر دے گا، ایسے آوارہ بچوں کی زندگی کے شب و روز کا گہرا مطالعہ کر کے ظاہری و باطنی محرکات کا تفصیلی جائزہ لینا بہت ضروری ہے، اَفلاس زدہ گھر کے مغموم ماحول کے ساتھ جب بچے کے ذہن میں یہ اِحساس چھا جائے کہ اُس کی حیثیت گھر میں کچھ بھی نہیں اور گھر کے نظم و نسق میں اُس کی کوئی وقعت نہیں تو یہ اِحساسِ کمتری اُسے بھاگنے کیلئے محرک بنتا ہے، لہٰذا ایسے بچے کے کردار کے پوشیدہ محرکات کو سمجھ کر اُس کے آوارہ پن کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے، اِسی طرح مدرسہ یا فیکٹری اور کارخانے میں بچہ اپنے آپ کو قید کیا ہوا محسوس کرتا ہے، غیر دلچسپ کام، نہ ختم

ہونے والے گھنٹے، اُساتذہ کی لمبی لمبی خشک تقریریں، آزادی کا بالکل نہ ہونا اور غلامی ہی غلامی
............بچہ اس بے کیف زندگی کے چنگل سے موقع پاتے ہی بھاگ نکلتا ہے، اِسی طرح جب
والدین اُسے گلی محلے کے آوارہ بچوں کے ساتھ کھیلنے سے منع کرتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو گھر کی
چاردیواری میں مقید سمجھتا ہے، اِسلئے والدین کی غیر موجودگی میں وہ گھر سے کھسک جانے کی مشق کرتا
ہے جو رفتہ رفتہ اُسے آوارہ بنادیتی ہے، ایسے میں اِصلاح کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ بچہ کی ذہنی
سطح کا تفصیلی
جائزہ لے کر اُس کے بھاگنے کے محرکات کا ممکن حد تک اِدراک کیا جائے اور گھر، مکتب، مدرسہ،
فیکٹری اور کارخانہ وغیرہ میں معقول حد تک کام کے ساتھ ساتھ آزادی بھی دی جائے۔

آوارہ بچوں کا غلط علاج

بچے کو جب گھر سے بھاگ کر آوارہ گردی کی عادت پڑجاتی ہے تو بعض والدین اپنے
دوست اَحباب کو ساتھ لے کر بڑی سرگرمی سے اُسے تلاش کرتے ہیں اور جب ہاتھ آتا ہے تو اُسے
پھر خوب پیٹتے ہیں، اُن کا خیال یہ ہوتا ہے کہ اِس طرح کی تعزیری کاروائی بچے کیلئے تادیبی اَثر رکھتی
ہے مگر یہ دیکھ کر اُنہیں بہت مایوسی ہوتی ہے کہ بچے پر اِس مار پیٹ کا کوئی خاطر خواہ اَثر نہیں ہوتا۔

اِصلاح کے صحیح طریقے

آوارہ گرد بچے کی اِصلاح کیلئے اُس کی صحبت، رجحانات، ذہنی میلان، محلہ ومکتب کے
ساتھیوں کا معیارِ زندگی وغیرہ سمجھنے کے علاوہ اُس کے گھر اور مدرسہ کے نظم ونسق کی نوعیت کا جاننا بھی
ضروری ہے، بڑے بچوں میں والدین یا اُستاذ سے رنجش اور اپنے دوستوں سے دوستیاں آوارہ گردی
اور مجرمانہ کردار کی صورت میں نمودار ہوتی ہیں، اِن جھگڑوں کی تہہ تک پہنچنا اور مفاہمت کے حل
ڈھونڈنا بہت ضروری ہے، گھر کی افلاس زدہ زندگی، مدرسہ میں اپنی نالائقی وغیرہ سے بچوں میں

اِحساسِ کمتری پیدا ہو جانا طبعی عمل ہے، معلم و اُستاذ کو نالائق بچوں کی طرف زیادہ اور خصوصی توجہ دینی چاہئے اور مختلف دلچسپ تعلیمی طریقوں سے اُنہیں باقی کلاس کے معیار کے قریب لانے کیلئے نہایت صبر و تحمل سے جدوجہد کرنی چاہئے، گھریلو زندگی کو حتی الوسع خوشگوار بنانے کیلئے والدین کو خوب محنت کرنی چاہئے۔

باب ہشتم

بچوں میں چوری کی عادت

تقریباً ہر بچہ بچپن میں کبھی نہ کبھی آنکھ بچا کر نقدی وغیرہ چرانے کی ضرور کوشش کرتا ہے، کھانے پینے کی چیزوں اور کھلونوں پر تو کبھی کبھار ہر بچہ ہاتھ صاف کر دیتا ہے، یوں تو ہر شخص طبعاً لالچی ہوتا ہے مگر طرح طرح کی چیزوں کو سمیٹنے کی ہوس بچپن میں بہت شدید ہوتی ہے۔

غربت اور چوری

غریب گھروں میں بچوں کے زاویہ نگاہ سے ماحول عموماً بے کیف اور غیر دلچسپ ہوتا ہے، اکثر اوقات اِس بور کُن ماحول سے اُکتایا ہوا بچہ چوری کی ترکیبوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے، وہ اپنی

چھوٹی موٹی خواہشات کی تسکین کیلئے اِدھر اُدھر کی نقدی چرانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

گھر کی اِضطراب اَنگیز فضا

اس قسم کے بچوں کی سابقہ زندگی کے حالات بہت درد انگیز اور دلچسپ ہوتے ہیں، انہوں نے اپنا زیادہ تر وقت عموماً اضطراب اَنگیز ماحول اور ہنگامی حادثوں کی گود میں بسر کیا ہوتا ہے، مثلاً والدین کے جھگڑوں اور طلاق کے تماشے دیکھنا، بڑوں کا شرابی ہونا، اَفرادِ خاندان کا مختلف ذہنی اور جسمانی بیماریوں میں مبتلا رہنا وغیرہ، انہوں نے کئی ایسے ہی دوسرے گھریلوں اَلمیوں کے اضطراب اَنگیز ڈرامے اپنی آنکھوں کے سامنے رونما ہوتے اکثر دیکھے ہوتے ہیں، اسلئے اِن کی دکھ بھری سرگزشت پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اِن کے ماحول میں اُلجھن اور تناؤ پیہم شورش برپا کر کے انہیں مجرمانہ کردار کی طرف اُکساتے رہتے ہیں۔

والدین کی زندگی کا بچوں پر اَثر

اگر والدین غیر مہذب، بدمزاج اور وعدہ شکن ہوں تو بچہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ شاید یہ ساری دنیا اِسی سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے، گھر کی فضا میں سچ اور نیکی غائب پا کر وہ بھی خلافِ معاشرت کردار کی طرف مائل ہوتا چلا جاتا ہے، بعض والدین اپنے بچوں کی بری عادتیں شروع شروع میں نظر اَنداز کرتے رہتے ہیں، اُن کا یہ خیال ہوتا ہے کہ بڑے ہو کر بچوں کو خود ہی اَخلاق کردار کی تمیز ہو جائے گی تو یہ نظریہ بھی بہت نقصان دہ ہے کیونکہ بچپن کی عادتیں ہی بڑے ہو کر برا بناتی ہیں، اسلئے چور بچے کی کڑی نگرانی کرنی چاہئے، پھر جب اُس کی عادت چھوٹنے لگے تو اُس کی نگرانی بھی بتدریج نرم کر دیں، اُسے اچھے بچوں کے ماحول میں جانے کیلئے مناسب مواقع مہیا کریں اور اُسے اچھے بچوں کی تقلید کیلئے دلچسپ طریقوں سے آمادہ کرنے کی کوشش کریں۔

چور بچوں کا علاج

چوری کا علاج بظاہر بہت مشکل ہے، اکثر اس عادت کی بنیادیں اوائل عمر میں ہی پڑ جاتی ہیں ،اگر کوئی بچہ کسی کی چیز چوری کر کے گھر لائے اور والدین اُس پر خوشی کا اظہار کریں یا خاموشی اختیار کریں تو پھر اس عادت کے پختہ ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے اور اگر والدین اسی وقت بچے پر سختی سے پیش آئیں اور اُسے سختی سے ڈانٹیں کہ آئندہ کسی کی چیز چرا کے مت لانا تو پھر بچے کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ اگر میں چوری کروں گا تو میرے ماں باپ مجھے سزا دیں گے تو اُمید ہے کہ اس خوف سے یہ عادت پختہ نہ ہوگی۔

باب نہم

بچوں کی اَخلاقی تعلیم

بچوں کی فلاح وبہبود اور نشوونما کے باقی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اِن کی اَخلاقی تعلیم وتربیت کو بھی مناسب اَہمیت دینی چاہئے، یہ درست ہے کہ نیکی اور بدی کے اِبتدائی تصور اور کھرے کھوٹے کی پہچان بچے کو عمر کے ساتھ ساتھ خود بخود ہوتی چلی جاتی ہے مگر تربیت کے اِس اَہم پہلو کو قدرت کے رحم وکرم پر چھوڑ دینے کا مطلب اپنی ذمہ داری سے پہلوتہی کرنا ہے، اَخلاقی تربیت سے محروم بچے میں نیکی اور مفید بالغ نظر شہری بننے کے اِمکانات بہت کم رہ جاتے ہیں۔

سوکھی نصیحتوں کی بے اثری

اگر آپ اپنے بچے سے نہایت سنجیدگی سے کہتے ہیں کہ "دیکھو بیٹا اپنے ساتھیوں سے جھگڑا نہ کرو" "بھائیوں کی طرح آپس میں مل جل کر رہو" "بڑوں کا کہنا مانو" وغیرہ تو بچے کے کردار پر ایسی اُصولی نصیحتوں کا اثر بہت کم ہوگا، اس کی بجائے اُسے اپنے روزمرہ کے واقعات، قصے کہانیاں اور اچھی اچھی مثالوں کی روشنی میں اَخلاقی نصیحتوں کا مفہوم سمجھائیں گے تو اُس کے ذہن میں دیرپا اثر ہوگا، اَخلاق کی عمارت بے شمار بنیادوں پر اُستوار ہوتی ہے، اس سلسلے میں وراثت کو بہت دخل ہے مگر سازگار ماحول سونے پر سہاگے کا کام دیتا ہے، بچے کی اپنی ذہنی اور جسمانی ساخت بھی اُس کے اَخلاقی ارتقاء پر اثر اَنداز ہوتی ہے، تعلیم کا مقصد بچے کو بااَخلاق مسلمان اور شہری بنانا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے میں گھریلو تربیت کو مدرسے کی تعلیم سے کہیں زیادہ اَہمیت حاصل ہے، ماں باپ کی تربیت کے علاوہ مختلف مجالسِ دینیہ، مذہبی اِداروں میں اس کی اپنی آزمائشیں اور تجربے، کامیابی کی لذتیں اور ناکامی کی تلخیاں بچے کو اچھے یا برے اَخلاق کی طرف راغب کرنے کا سبب بنتی ہیں۔

گھریلو ماحول کی اَخلاقی تربیت

اَخلاق کی نشوونما میں گھر کے ماحول کا بہت حصہ ہے، بچے سے متعلق والدین کا رویہ اُس کے اَخلاق پر اثر اَنداز ہوتا ہے، بعض والدین اپنے بچوں سے بڑی سرد مہری سے پیش آتے ہیں ،یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اُنہیں اپنے بچوں سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہیں، اس سے بچوں کو یہ اِحساس چمٹ جاتا ہے کہ اُنہیں کوئی نہیں چاہتا، وہ سوچنے لگتے ہیں کہ اگر وہ تحسین وآفرین کی لذتوں سے محروم ہیں تو پھر اچھا بننے کیلئے کوشش کرنے کا فائدہ؟ اِسی طرح ضرورت سے زیادہ نگہداشت اور ہر بات پر روک ٹوک اور بے جا پیار بھی بچوں کو بگاڑنے کا سبب ہیں۔

مذہب اور اَخلاقی تعلیم

اس حقیقت سے کون اِنکار کرسکتا ہے کہ مذہب اِسلام ہماری زندگی کا بہت پرانا معاشرتی اِدارہ ہے، مذہب اِسلام نے بھی اَخلاق کی تعلیم کو مرکزی اَہمیت دی ہے، صحیح مذہبی تعلیم کا مقصد بھی اَعلیٰ اَخلاق کو اُجاگر کرنا ہے مگر یہ تعلیمات غیر دلچسپ اَنداز میں پیش کرنے سے مذہب کی اَصل روح فوت ہوجاتی ہے۔

حصّہ دوم

بچوں کی مذہبی تعلیم وتربیت

مذہب کیا ہے؟ بچوں کی نشوونما میں روحانی محسوسات اور مذہبی شعور کی اِرتقائی منزلیں کیا ہیں؟ معاشرہ بچے کے مذہبی شعور پر کیسے اَثر اَنداز ہوتا ہے؟ کون سے معاشرتی عناصر بچوں میں صحیح مذہبی روح پھونک سکتے ہیں؟ بچوں کی مذہبی تعلیم وتربیت کن اُصولوں پر ہونی چاہیے؟ بچوں کی مذہبی تعلیم سے بے بہرہ رکھنے سے اُن کی عمومی شخصیت اور اَخلاقی نشوونما پر کیا اثر پڑتا ہے؟ والدین اور اَساتذہ کیلئے اِن تمام سوالوں کے مناسب جوابات جاننا بہت ضروری ہیں۔

صحیح مذہب

مذہب زندگی کا ایک مکمل ضابطہ ہے، صحیح مذہب کا مقصد انسان کو نیک، مہذب اور کامیاب شہری بنانا ہے، خدا، روح، نوعِ انسان، کائنات، نیکی و بدی، حیات دممات اور آخرت مذہب کے عام تصورات ہیں، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، صدقات، خیرات اور دوسرے معاشرتی مشاغل پر مذہب اسلئے زور دیتا ہے کہ انسان کو انسان سے محبت کا سلیقہ آجائے، غلط مذہب نے ہماری کائنات میں اَزل سے جنگ و جدل کا بازار گرم کر رکھا ہے، صحیح مذہب ایک ایسا مفید معاشرتی اِدارہ ہے جو انسان کیلئے باعثِ رحمت ثابت ہوا ہے۔

سائنس، فلسفہ اور مذہب

سائنس ہمارے لئے مادی کائنات سے متعلق معلومات کا وسیع ذخیرہ فراہم کرتی ہے، فلسفہ سائنسی سطح سے آگے حقائق تک پہنچنے کی ایک جامع اور سنجیدہ کوشش ہے مگر زندگی اور کائنات کے اِشارات سمجھنے کیلئے سائنس اور فلسفہ رہبر کامل نہیں ہو سکتے، تاریخ کے ہر دور میں اِنسان نے ایک جامع بصیرت کی ضرورت محسوس کی ہے، جو ایمان اور یقین پر اَساس رکھ کر اِنسانی علم میں اِضافہ کر سکے، یہ بصیرت اور روشنی مذہب سے ہی حاصل ہوتی ہے، گردو پیش کی کائنات سے تعلق بصیرت دینے کے علاوہ ہمارے سامنے ایک ایسا جامع نظامِ فکر و عمل پیش کرتا ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری پوری رہنمائی کر سکتا ہے، دروغ گوئی، غلامی، عصمت فروشی، ذخیرہ اَندوزی، چور بازاری، اَقربا پروری اور نشہ آور چیزوں کے اِستعمال کے خلاف مذہب علَم جہاد بلند کرتا ہے۔

یہی کام ہماری روزمرہ کی معاشرتی زندگی میں بھی معیوب خیال کئے جاتے ہیں، مذہب کا مقصد اِنسانوں میں خدا اور اُس کے بندوں کی محبت پیدا کرنا ہے، یہی خلوصِ محبت اِنسان کو بنانے اور اُس میں اَعلیٰ معاشرتی شعور پیدا کرنے کی بہترین تربیت ہے۔

مذہب سے روشنائی کا عملی طریقہ

بچوں میں صحیح مذہبی تصور کیسے پیدا کیا جائے ؟ یہ بہت مشکل کام ہے ، نیکی اور بدی کے تصورات بظاہر بہت مشکل نظر آتے ہیں ، ہم اپنے حواسِ خمسہ سے اِن کا پورا اِدراک نہیں کر سکتے ، چونکہ بچے کا تمام تر علم حواسِ خمسہ کا مرہونِ منت ہوتا ہے ، اِس لئے اُسے مذہبی تصورات سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے ، بچوں کو مذہب سے واقف کرانے کیلئے نظری نہیں بلکہ عملی طریقہ اِختیار کرنا چاہئے ، اگر آپ کہیں گے کہ " اَللہ تعالیٰ ہر غیب کو جاننے والا ہے ، وہ نہ مکاں میں رہتا ہے اور نہ زماں میں " وغیرہ تو بچے اِس بات کو نہیں سمجھ پائیں گے بلکہ پھر سوال کریں گے کہ اَللہ کس جگہ رہتا ہے اِس کا مکاں کہاں ہے ؟ وغیرہ تو بچے اِن باتوں کا صحیح جواب نہ پا کر خدا تعالیٰ کے صحیح تعارف سے دور ہوتے جائیں گے اور اگر اِس کی بجائے اُنہیں قصے کہانیوں اور روزمرہ کے مشاہدات و تجربات کی روشنی میں یہ سمجھائیں کہ اِس کائنات کے نظام کو چلانے والی ایک ذات ہے ، سورج ، چاند اور ستاروں کو چلانے والی ایک ذات ہے جو اپنے بندوں پر بڑی رحیم ہے ، وہ اپنے بندوں سے بے پناہ محبت کرتا ہے ، اُسے خدا کہتے ہیں ، جیسے کسی شخص کو بہت بھوک لگی ہو اور اُس کے پاس کھانا نہ ہو ، اچانک کوئی مسافر آئے اور اُسے کھانا کھلا دے اور اُسے اُس مصیبت سے نکال دے تو ہم کہیں گے کہ دیکھو بھئی ، اَللہ تعالیٰ مصیبت میں گرفتار بندوں کی کیسے مدد فرماتا ہے ، بچوں کو صبح سیر کیلئے ساتھ لے جایا کریں ، قدرتی مناظر سے اُن کی دلچسپی ہو جائے گی تو اُسے بتائیں کہ بہتے ہوئے دریا ، بلند پہاڑ ، سرسبز درخت ، چہچہاتے ہوئے پرندے اور طرح طرح کی بے شمار چیزیں اور جاندار بھلا یہ سب خود کیسے بن سکتے ہیں ؟ بچوں کو لہلہاتے ہوئے کھیت دکھائیں اور کہیں کہ بتاؤ اِنہیں کس ہستی نے پیدا کیا ہے ؟ تو بچہ خود ہی پوچھے گا کہ وہ کون ہے ؟ تو پھر ضرور سمجھائیں کہ یہ سب اَللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ، اِس کائنات میں ہر طرف اُسی کی نشانیاں اور جلوے ہیں ، اِس قسم کی تعلیم سے بچے کو سائنس اور مذہب دونوں سے دلچسپی ہو گی اور پھر گھر میں جب کوئی معقول مذہبی رسم اَدا کرنے لگیں تو بچوں کو اُس میں مناسب حصہ ضرور دیں تا کہ وہ مذہب پر بڑوں کی اِجارہ داری کا تصور نہ کریں ، مثلاً اپنے گھر میں

سالانہ محافلِ دینیہ یعنی محفلِ میلاد، محفلِ نعت وغیرہ کا اہتمام کریں اور اس موقع پر بچوں سے تلاوت ،نعت شریف وغیرہ ضرور پڑھوائیں تاکہ اُن کا مذہب کی طرف شوق بڑھے اور دینی رسومات ادا کرنے کا جذبہ پروان چڑھے۔

بچے کی شخصیت پر مذہبی تعلیم کا اثر

صحیح تعلیم سے انسانی شخصیت اُجاگر ہوتی ہے،قوتِ ایمان سے اُمید کی تلخیاں دور ہوتی ہیں ، بچے بری عادات اور نامناسب مشاغل سے [illegible]ر رہتے ہیں ،مذہبی فریضوں اور معاشرتی سرگرمیوں میں شمولیت سے بچے اپنے اندر مسرت اور مقصدیت محسوس کرتے ہیں،مسرت کا یہ جذبہ بچے کی شخصیت میں توازن لاتا ہے،اپنے مذہب پر ایمان اپنی ذات پر اعتماد بھی بڑھاتا ہے، خدا تعالیٰ کے وجود پر اعتقاد سے طرح طرح کے خوف اور وہم دور ہوجاتے ہیں،صحیح مذہبی رہنمائی بچے کو بچپن کی سطحِ فکر سے بلند ہونے میں مدد دیتی ہے،وہ زندگی کی اعلیٰ قدروں سے واقف ہوجاتا ہے۔

والدین اور اساتذہ کی مذہبی ذمہ داری

اللہ تعالیٰ سورۂ تحریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

{ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا } [سورۃ التحریم:6]

”اے ایمان والو!تم اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو(جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔“

ماں،باپ،اُستاذ اور معاشرے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بچوں اور معاشرے کے افراد کی تربیت کے بارے پوچھا جائے گا،پس اگر انہوں نے بچوں اور معاشرے کے افراد کی اچھی تربیت کی تو وہ بچے خوش بخت ہوں گے اور یہ تربیت کرنے والے بھی دنیا وآخرت میں کامیاب ہوں گے اور اگر انہوں نے بچوں کی تربیت کو چھوڑ دیا یا اس کی طرف مکمل توجہ نہ کی تو وہ بچے بدبخت اور بد کردار ہوں گے اور بچوں کی تربیت نہ کرنے کا بوجھ ان کی گردن پر ہوگا۔

جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے۔

{كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ الَّذِى عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِىَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ}

[صحیح بخاری: کتاب العتق، باب کراہیۃ التطاول: ۲/۱۵۹، رقم: ۲۵۵۴، صحیح مسلم]

"تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اُس کی رعیت (زیرِ نگہداشت اَفراد) کے بارے پوچھا جائے گا، لہٰذا امام اپنے لوگوں پر نگران ہے، یہ اپنی رعایا کے بارے جواب دہ ہے، مرد اپنے اَہلِ خانہ کا نگہبان ہے اور یہ اپنی رعیت کے بارے جواب دہ ہے اور عورت اپنے خاوند کے اَہلِ خانہ اور اُس کی اَولاد کی نگہبان ہے اور اِن کے بارے جواب دہ ہے۔"

اِس حدیثِ مبارک کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے زیرِ نگہداشت اَفراد کے بارے جواب دہ ہے، خاص طور پر والدین اور اَساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی صحیح اِسلامی تربیت کریں کیونکہ نیک اولاد ہی والدین کیلئے قبر میں صدقہ جاریہ ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے۔

{إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْ لَهُ} [صحیح مسلم]

"جب اِنسان مرجاتا ہے تو اُس کے اَعمال کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے سوائے تین اَعمال کے۔(1)۔ صدقہ جاریہ (2)۔ ایسا علم جس کے ذریعے نفع حاصل کیا جائے (3)۔ نیک اولاد جو اُس کیلئے دُعا کرے۔

والدین اور اَساتذہ کی خوش قسمتی

والدین اور اَساتذہ کی خوش قسمتی ہے کہ آنے والی اَحادیث میں اِن کیلئے بچوں کی تربیت کرنے کی وجہ سے خوشخبری ہے۔

{ کسی والد نے اپنے لڑکے کو اچھے اَدب وتمیز سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں دیا} [سنن ترمذی]
یعنی والد کا اپنی اولاد کیلئے سب سے بہترین تحفہ یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اَدب وتمیز سکھائے اور اچھی تربیت کرے۔

رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا۔

{ فَوَاللّٰہِ لَاَنْ یَّھْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ }

''پس اللہ ﷻ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تیرے لئے سرخ اُونٹوں کے صدقہ کرنے سے بہتر ہے (سرخ اُونٹ اُس دور میں بہت مہنگے تھے)[صحیح بخاری]

تربیت کرنے والے کو کیسا ہونا چاہئے؟

اِسلامی خطوط پر تربیتِ اَطفال کا خواب اُسی وقت شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے جب اِس کے والدین اور گھر کے دیگر اَفراد بقدرِ ضرورت علمِ دین کے حامل ہوں بلکہ اس پر عامل بھی ہوں کیونکہ جس کی اپنی نماز درست نہ ہوگی، وہ دوسرے کی کیسے درست کرے گا؟ جو خود کھانے پینے، لباس پہننے میں سنتوں کا عادی نہیں ہوگا، وہ اپنی اَولاد کو سنتوں کا عامل کیسے بنائے گا؟ جو خود روزہ نہیں رکھے گا، وہ اپنی اَولاد سے کیسے روزہ رکھوائے گا؟

اِسی طرح تربیت کرنے والوں کے قول وفعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ بھی بچے کے ننھے ذہن کیلئے باعثِ تشویش ہوتا ہے، مثلاً یہ خود جھوٹ بولتے ہوں، آپس میں جھگڑتے ہوں اور مجھے اِس سے منع کرتے ہیں، اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچہ اپنے بڑوں کی نصیحتوں پر عمل کرنا چھوڑ دے گا۔

اِسلئے تربیتِ اَطفال کیلئے والدین اور اَساتذہ کو اپنا کردار مثالی بنانا ہوگا اور اِس کے ساتھ ساتھ گھریلو ماحول کا بھی بچوں کی زندگی پر گہرا اَثر پڑتا ہے، اگر گھر کے تمام اَفراد نیک سیرت، شریف اور خوش اَخلاق ہوں گے تو اِن کے زیرِ سایہ پلنے والے بچے بھی حسنِ اَخلاق کے پیکر اور کردار کے غازی ہوں گے۔

اس کے برعکس شرابی، عیاش پرست اور گالی گلوچ کرنے والوں کے گھروں میں پرورش پانے والا بچہ ان کے ناپاک اَثرات سے [illegible] نہیں رہ سکتا۔

اور تربیت کرنے والوں کو سب سے پہلے اپنی ذاتی اِصلاح کرنی چاہئے کیونکہ جو وہ عمل کریں گے، وہ بچوں کے نزدیک اچھا ہوگا اور جس کو وہ چھوڑ دیں گے، اَولاد کے نزدیک وہ برا ہوگا، لہذا سنتِ نبویہ کے مطابق اَساتذہ اور والدین کیلئے کچھ تربیتی اور تعلیمی آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ اُن کی تعلیم وتربیت کا بچوں کیلئے اچھا نتیجہ نکلے اور وہ بنیادی اُصول جو والدین اور اَساتذہ کیلئے ضروری ہیں، وہ سات 7 ہیں۔

والدین اور اَساتذہ کیلئے بہترین اُصول

[۱]۔ خندہ پیشانی سے پیش آنا

والدین اور اَساتذہ کو چاہئے کہ وہ طالب علم کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے، اس کی آمد پر اپنی خوشی کا اظہار کرے تاکہ طالب علم کے دل کی گرہ کھل جائے، رَسولِ اَکرم ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت اَبو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے۔

رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے، تم جب اِنہیں دیکھو تو ان سے کہنا کہ رَسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق تمہیں خوش آمدید اور اِنہیں علم سکھانا، چنانچہ حضرت اَبو سعید خدری ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ [مشکوٰۃ کتاب العلم]

[۲]۔ نرمی وشفقت

اَساتذہ کو چاہئے کہ وہ بچوں کے ساتھ نرمی ومحبت سے پیش آئیں اور وہی سلوک کریں جو باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے، باپ بیٹے کے رشتے کا سب سے اِمتیازی وصف نرمی وشفقت ہی ہے، نرمی وشفقت کا تقاضا ہے کہ سختی کی بجائے آسانی اور مایوسی کی بجائے حوصلہ اَفزائی پیدا کی جائے

کیونکہ اَللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی کرنے پر اَللہ تعالیٰ وہ جزا عطا فرماتا ہے جو سختی پر نہیں عطا فرماتا۔

[۳]۔ غلطی پر شفقت کا برتاؤ

کسی بچے اور شاگرد سے کوئی غلطی ہو جائے تو اَساتذہ اور والدین کو نرمی سے کام لینا چاہیے، کسی غلطی کا تقاضا یہ نہیں کہ سختی اور شدت سے کام لیا جائے یا اُس کا مذاق اُڑایا جائے کیونکہ ایسا کرنا بچوں کی شخصیت کو پامال کرنا اور اُن کی نفسیات کو ذلت سے دوچار کرنا ہے، اِس سخت رویے سے اِصلاح کی بجائے بچوں میں ضد کی عادت پڑ جاتی ہے، اِس سلسلے میں رَسولِ اَکرم ﷺ کا طریقہ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے جیسا کہ حضرت اَنس ؓ کی روایت ہے۔

کہ ہم رَسولُ اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد کی جگہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام ؓ نے اُسے ڈانٹ کر رک جانے کو کہا تو رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا کہ اِسے چھوڑ دو، اِس پر شدت نہ کرو، پس صحابہ کرام ؓ نے اُسے اُسی حالت پر چھوڑ دیا، جب وہ پیشاب کر چکا تو رَسولِ اَکرم ﷺ نے اُسے بلایا اور فرمایا کہ اِن مسجدوں میں پیشاب کرنا اور گندگی پھیلانا مناسب نہیں، یہ تو اَللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کیلئے ہیں، پھر آپ نے ایک شخص کو ہدایت کی تو وہ ایک ڈول پانی لایا اور اُس جگہ پر بہا دیا۔ [صحیح مسلم]

محترم قارئین!

اِس واقعہ میں رَسولِ اَکرم ﷺ نے اُس شخص کے دیہاتی پس منظر اور طرزِ معاشرت کا لحاظ فرمایا اور اپنے ساتھیوں کو مشتعل ہونے سے روک دیا اور رَسولِ اَکرم ﷺ نے اِس حدیثِ مبارک میں ہمیں یہ پیغام دیا کہ لوگوں کی تربیت کرتے وقت آسانی اور نرمی پیدا کرنی چاہیے نہ کہ تنگی، لہٰذا ہمیں بچوں کی تربیت کرتے وقت بھی نرمی اور شفقت کے پہلو کو دامن سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

[۴]۔ صحیح کام کی حوصلہ اَفزائی

جہاں تعلیم وتربیت کرتے وقت غلطی کرنے والے کی اِصلاح اور نرمی سے سمجھانا انتہائی مفید ہے، وہیں صحیح کام کرنے والے بچوں کی حوصلہ اَفزائی اور اُن کی مناسب تعریف کرنا بھی بہت مفید ہے، اس سے حوصلہ بڑھتا ہے اور بچے علم وعمل میں زیادہ شوق کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں جیسا کہ ایک بار رسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابومنذر! کیا تم جانتے ہو کہ قرآنِ پاک کی کون سی آیت عظیم ہے، وہ عرض کرتے ہیں کہ [اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ] یعنی آیۃ الکرسی تو رسولِ اَکرم ﷺ نے ابومنذر رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ابومنذر! رضی اللہ عنہ تمہیں علم راس آئے (یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے علم میں اضافہ فرمائے)۔

اس حدیثِ مبارک میں رسولِ اَکرم ﷺ نے صحابی کی حوصلہ اَفزائی فرمائی، لہذا ہمیں بھی چاہئے کہ بچوں کو اچھی اچھی عادتوں پر خوب شاباش کہیں بلکہ کبھی کبھار کچھ اِنعام وغیرہ بھی دے کر حوصلہ بلند فرمائیں۔

[۵]۔ اولاد میں عدل وانصاف

اُولاد کو کچھ دیتے وقت یا سلوک کرتے وقت بھی والدین کو چاہئے کہ وہ عدل واِنصاف کا لحاظ رکھیں، اسلام میں چھوٹے بڑے، لڑکے لڑکی کے حقوق برابر ہیں، اِسلام لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کے مقابلہ میں ترجیحی سلوک کو اچھا نہیں سمجھتا، اُولاد میں نااِنصافی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بہن بھائیوں کے درمیان عداوت ودشمنی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، اَلبتہ بعض صورتوں میں لڑکیوں کے حق کی زیادہ اَہمیت بیان کی گئی ہے۔

[۶]۔ والدین اور اَساتذہ کا عملی کردار

گھر بچوں کی اَوّلین درسگاہ ہے، والدین کا کردار اور اُن کے سوچنے کا اَنداز بچے پر گہرا اثر ڈالتا ہے، والدین کی خوشگوار معاشرتی سرگرمیاں، حق گوئی، جذبہ ہمدردی اور اِیثار وتعاون بچے کو اُن کی تقلید پر آمادہ کرتے ہیں، ماں باپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر بچہ نماز کی نقل اُتارتا ہے اور اچھے کام کی

نقل بھی اچھی ہوتی ہے، لہذا والدین اور اساتذہ کو چاہئے کہ وہ بچوں کیلئے عملی نمونہ پیش کریں، اِس صورت میں والدین کی نیک سیرتی بچے کیلئے قابلِ تقلید نمونہ بن سکتی ہے کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کا بھی تو یہی طریقہ تھا کہ آپ نے جس چیز کی دوسروں کو تعلیم دی، پہلے خود اُس پر عمل کر کے دکھایا، اُس چیز کا بے نظیر عملی نمونہ پیش کیا، اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ} [سورۃ احزاب:۲۱]

"بے شک رسولِ اکرم ﷺ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔"

اِس کے برعکس اگر والدین باہمی نفاق، تلخ کلامی، دن رات کے جھگڑوں اور عام بداخلاقی کا شکار ہوں تو بچوں کا اِس سے تنگ آکر آوارگی اور چڑچڑاپن میں ملوث ہونے کا قوی اندیشہ ہو جاتا ہے اور اسی طرح والدین اور اساتذہ صرف بچوں کو نصیحت کرتے رہیں اور خود اُس پر عمل نہ کریں تو بچے پر اس کا اچھا اثر نہیں پڑتا اور اِن میں عمل کرنے کی ترغیب نہیں پیدا ہوتی، ویسے بھی یہ طریقہ قرآن وسنت کے اَحکامات کے خلاف ہے جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے۔

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ} [الصف:۲]

"اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔"

[۷]۔ سوال کے ذریعے توجہ مبذول کرانا

کسی علمی حقیقت کو شاگردوں کے منہ سے نکلوانے یا کم از کم شوق دلا کر اُن کے ذہنوں کو وسعت دینے کیلئے رسول اللہ ﷺ بسا اَوقات سوالات کیا کرتے تھے تاکہ اگر انہیں صحیح جوابات معلوم ہوں تو وہ بتائیں ورنہ رسولِ اکرم ﷺ سے سن لیں۔

لہذا والدین اور اساتذہ کو بھی چاہئے کہ بچوں سے اسلامی معلومات کے بارے، پیارے آقا ﷺ کی سیرت کے بارے سوالات کریں تاکہ بچوں کے دلوں میں صحیح اسلامی معلومات پختہ ہو جائیں۔

اَولاد کی تربیت کیلئے بہترین اُصول

اولاد کی صحیح اسلامی تربیت کے پانچ اہم اُصول یاد رکھنا بہت ضروری ہیں۔

پہلا اُصول:

سب سے پہلے چھوٹے بچوں کی تربیت کیلئے انہیں چار باتیں بتائی جائیں۔

پہلی بات:

بچے کی زبان پر کلمہ شریف جاری کیا جائے، کلمہ شریف [لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ] ۔[اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں] سمجھایا جائے اور جب وہ تھوڑا سا بڑا ہو جائے تو اُسے اس کا مطلب بھی سمجھایا جائے۔

جب بچہ گھر سے باہر نکلنے کے قابل ہو تو اُس کو والد، چچا اور گلی محلے کا نام یاد کروائیں۔

دوسری بات:

اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول ﷺ، صحابہ کرام، اہلِ بیت اور اولیاءِ عظام کی محبت بچوں کے دلوں میں راسخ (پختہ) کی جائے، اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق، ہمارا رازق، ہمارا حقیقی مددگار اور ہمارے دلوں کے راز جاننے والا ہے اور اس معاملہ میں اُس کا کوئی شریک نہیں اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب اور آخری نبی ہیں، آپ کی زندگی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے اور آپ سے محبت کامل ایمان کا ذریعہ ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

{عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ} [صحیح بخاری: کتاب الایمان وصحیح مسلم]

"حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اُس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں (محمد ﷺ) اُس کے نزدیک اُس کے والدین، اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

اِس حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ کامل ایمان کا دارومدار آپ ﷺ کی محبت ہے۔

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اِسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

علماءِ کرام فرماتے ہیں۔

{ اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ } [الجامع الصغیر]

"تم اپنی اَولاد کو تین باتیں سکھاؤ۔ (1)۔ اپنے نبی ﷺ کی محبت (2)۔ آپ کے اَہلِ بیت کی محبت (3)۔ قرآن کی قرآت۔

تیسری بات:

بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت کیلئے دل کھول کر مال خرچ کریں کہ اس میں بھی صدقہ کا ثواب ہے، بچوں کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنا سربراہ یا والد وغیرہ کے ذمے لازم ہیں، لہذا اسے چاہئے کہ خوش دلی کے ساتھ اپنی اولاد کی ضروریات پوری کرنے کیلئے مال خرچ کرے۔

چوتھی بات:

اولاد کو جنت کی ترغیب دلائیں کہ جو شخص نماز پڑھے گا، بڑوں کا اَدب کرے گا، والدین کا کہنا مانے گا، سچ بولے گا اور اُن باتوں پر عمل کرے گا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں تو پھر اس کیلئے جنت ہے اور اسی طرح اولاد کو جہنم سے ڈرایا جائے کہ جو انسان نماز چھوڑے گا، اپنے والدین کا کہنا نہ مانے گا، جھوٹ بولے گا، چوری کرے گا، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے گا، لوگوں کے مال ملاوٹ، جھوٹ، رشوت اور سود کے ذریعے کھائے گا تو ایسے لوگوں کو جہنم کی آگ میں پھینکا جائے گا۔

دوسرا اُصول:

اپنے بچوں کو نماز وقرآن کی تعلیم دیں، اس سلسلے میں چار باتیں بہت ضروری ہیں۔

پہلی بات:

تمام بچوں اور بچیوں کو بچپن سے ہی نماز کی تعلیم دینا ضروری ہے تا کہ وہ بڑے ہو کر نماز کی باقاعدگی کریں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔

{عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمُ الصَّلٰوۃَ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا اِذَا بَلَغُوْا عَشْرًا وَّفَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ} [مسند احمد]

"رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو نماز کی تعلیم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور انہیں مار کر نماز پڑھاؤ جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور دس سال میں اُن کے بستر علیحدہ علیحدہ کر دو۔"

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔

{مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَآئُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَآئُ عَشْرِ سِنِیْنَ} [مشکوۃ المصابیح:۵۸، سنن ترمذی: ابواب الصلوۃ]

"رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور انہیں (نماز نہ پڑھنے کی صورت میں) مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں۔"

لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کے سامنے وضو کریں اور نماز پڑھیں اور والد کو چاہئے کہ جب بچہ سمجھدار ہو جائے تو اُسے ساتھ لے کر مسجد میں نماز پڑھنے جائے۔

نماز کے فضائل کے بارے آیات

آیت نمبر [۱]۔ **{وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلٰوتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ}** "اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یہ وہی ہیں جن کو باغات میں اعزاز دیا جائے گا۔"

[سورۃ معارج:35,34]

آیت نمبر [۲]۔ **{وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ، اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآئِ وَالْمُنْکَرِ}**

"اور نماز قائم کرو کہ بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے منع کرتی ہے۔" [سورۃ عنکبوت:۴۵]

لہذا جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے اور اس کے تمام فرائض وواجبات اور سنن کا اہتمام کرتا ہے اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس کی مسلسل اَدائیگی کرتا ہے تو ایک نہ ایک دن وہ ضرور برائیوں کو چھوڑ دیتا ہے اور نیکیوں کو اپنا لیتا ہے۔

نماز چھوڑنے کی وعید کے بارے آیات

آیت نمبر[۱]۔ {فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ}

’’ تو اُن نمازیوں کیلئے خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔‘‘ [سورۂ ماعون 4,5]

یعنی وہ اپنی نمازوں سے غافل ہیں اور اس کو بلا عذر چھوڑ دیتے ہیں یا ان کے اَوقات سے مؤخر کر کے ادا کرتے ہیں۔

آیت نمبر[۲]۔ { فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَوٰةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا} [سورۂ مریم:۵۹]

’’تو اُن کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے اپنی نمازیں ضائع کیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی (ایک خطرناک وادی) میں ڈالے جائیں گے۔‘‘

نماز کے فضائل کے بارے اَحادیث

حدیث نمبر[۱]۔ پیارے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا ہے کہ تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو، پھر وہ اُس میں پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اُس پر کوئی میل رہ جاتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ اُس کے بدن پر کوئی میل نہیں رہتی تو آپ نے فرمایا کہ یہی مثال پانچ وقت کی نمازوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن نمازوں کی وجہ سے بندے کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

[صحیح بخاری وصحیح مسلم]

حدیث نمبر[۲]۔ پیارے آقا ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا، وہ نماز ہے، پس اگر نماز کا معاملہ درست ہوا تو باقی اعمال درست ہوں گے اور اگر نماز کا معاملہ خراب ہوا تو باقی تمام معاملات بھی خراب ہوں گے۔ [طبرانی]

اِن تمام آیات واَحادیث کی روشنی میں واضح ہوا کہ نماز کس قدر اہم فریضہ ہے کہ اس کے پڑھے بغیر انسان کا کوئی چارہ نہیں اور نماز پڑھنے میں ہی دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔

دوسری بات:

ہمیں بچوں کو اِس بات پر اُبھارنا چاہئے کہ وہ نمازِ جمعہ اور باقی تمام نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کریں تاکہ وہ جماعت کے ثواب کو پاسکیں، نمازِ جمعہ و نماز باجماعت کس قدر اہم ہیں اور ان کے کس قدر فضائل ہیں، اِس کا اَندازہ آیات واَحادیث سے لگایا جاسکتا ہے۔

نمازِ جمعہ اور باجماعت نماز کے فضائل

نمازِ جمعہ اور باقی پنجگانہ نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے، اِس بارے چند آیات واَحادیث پیش کرتے ہیں۔

آیت نمبر[1]۔ اَللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے۔

{ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ } [سورۂ جمعہ:۹]

''اے ایمان والو! جب نمازِ جمعہ کیلئے اَذان دی جائے تو اَللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔''

آیت نمبر[۲]۔ اَللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے۔

{ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ } [البقرہ:۴۳]

''اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو (جماعت کے ساتھ نماز پڑھو)۔''

اِن دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ ودیگر نمازوں کو جماعت کے ساتھ اَدا کرنا چاہئے۔

باجماعت نماز کے فضائل کے بارے اَحادیث

حدیث نمبر[۱]۔ رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غسل کیا، پھر جمعہ کیلئے آیا، پھر نماز پڑھی، پھر خاموش رہا یہاں تک کہ اِمام خطبہ سے فارغ ہوگیا، پھر اُس نے اِمام کے ساتھ نماز پڑھی تو اُس شخص کے اُس اور دوسرے جمعہ کے درمیان گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ [صحیح مسلم]

حدیث نمبر[۲]۔ رَسولُ اللہ ﷺ کے پاس ایک نابینا شخص آیا، پس اُس نے عرض کیا یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّم! میرے پاس کوئی رہنما نہیں جو مسجد تک میری رہنمائی کرے، پس اُس نے رسولُ اللہ ﷺ سے جماعت کی رخصت مانگی، آپ ﷺ نے اُس کو رخصت عطا فرمائی، پھر جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ اُس کو بلایا اور فرمایا کہ کیا تم اَذان کی آواز سن سکتے ہو؟ اُس نے عرض کی، جی ہاں! تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ پھر باجماعت نماز لازم ہے۔ [صحیح مسلم]

ہمیں اس حدیثِ پاک سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ نابینا شخص کو باجماعت نماز چھوڑنے کی رخصت نہیں دی گئی تو پھر ہم جو صحت مند ہیں، ہمارے لئے بدرجہ اَولیٰ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری ہے۔

حدیث نمبر[۳]۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رَسولِ اَکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ نماز باجماعت تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس[۲۷] درجے بڑھ کر ہے۔
[صحیح بخاری ومسلم]

جب یہ معلوم ہوگیا کہ نماز باجماعت پڑھنا ۲۷ درجے اَفضل ہے تو سوال یہ ہے کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہوجائے کہ ہمارے پاس مال ہے، وہ اپنے شہر میں ایک روپے کا فروخت ہوگا اور دوسرے شہر میں یہ ۲۷ روپے کا فروخت ہوگا تو یقینی بات ہے کہ ہر اِنسان اس کو دوسرے شہر میں فروخت کرنے کو پسند کرے گا مگر کس قدر حیرت کی بات ہے کہ صرف چند قدم چل کر مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے سے ستائیس درجے ثواب ملتا ہے لیکن پھر بھی بہت لوگ گھروں میں ہی نماز ادا کرلیتے ہیں اور جماعت کی پرواہ نہیں کرتے۔

حدیث نمبر[۵]۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مؤذن کو اذان کا حکم دوں اور ایک آدمی کو امام بنا کر کچھ لوگوں کو ساتھ لوں جن کے پاس ایندھن کے گٹھے ہوں اور پھر اُن لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو نماز میں جماعت کے ساتھ حاضر نہیں ہوتے۔ [صحیح بخاری]

اِن تمام اَحادیث سے باجماعت نماز کی فضیلت کا معلوم ہوا اور آخری حدیث میں جماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کیلئے شدید وعید سنائی گئی، اسلئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ باجماعت نماز ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

تیسری بات:

اگر بچے نماز وغیرہ عبادات میں غلطی کریں تو ہمیں نرمی سے کام لینا چاہئے، پس چیخ چلا کر، غصہ اور بے راہ روی سے بچوں کو نماز کا حکم نہیں دینا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ وہ اِس رویہ سے نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیں اور ہم اِس وجہ سے گناہگار رہوں، لہذا بچوں کو نماز وغیرہ عبادات کی ترغیب کیلئے نرمی اختیار کرنی چاہئے۔

چوتھی بات:

اپنی اولاد کو قرآنِ پاک کی تعلیم بچپن سے ہی دینا شروع کردیں کہ اَحادیثِ مبارکہ میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حدیث نمبر[۱]۔ {خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ} [صحیح بخاری]

''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔''

یہی ہے آرزو کہ تعلیم قرآن عام ہو جائے
ہر پرچم سے اُونچا پرچمِ اِسلام ہو جائے

حدیث نمبر[۲]۔ حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو پڑھے اور جو چیز اِس میں ہے، اُس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اُس کی ماں اور اُس کے باپ کو تاج پہنایا جائے گا اور اُس تاج کی روشنی دن کے آفتاب کی روشنی سے

اچھی ہوگی جب کہ یہ فرض کرلیا جائے کہ آفتاب تمہارے گھر میں روشن ہے، پھر تم سمجھ سکتے ہو کہ جب ماں باپ کا یہ مرتبہ ہے تو اُس شخص کا کیا درجہ ہوگا جس نے قرآن پر عمل کیا۔ [سنن ترمذی، مسند احمد]

قرآنِ مجید نہ پڑھنے اور یاد نہ کرنے والوں کو اس حدیثِ پاک سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

حدیث نمبر[۳]۔ رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے سینے میں کچھ قرآن نہیں وہ ویران مکان کی مثل ہے۔ [سنن ترمذی]

ان تمام اَحادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ہمیں بچوں کو قرآنِ مجید کی تعلیم ضرور دینی چاہئے، انہیں سورہٗ فاتحہ اور کچھ چھوٹی سورتیں اور مکمل نماز یاد کروانی چاہئے اور انہیں قرآنِ پاک کی اچھی تعلیم کیلئے کسی اچھے قاری یا اچھے مدرس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

تیسرا اُصول:

حرام وناجائز اُمور سے بچنا

اِس کیلئے سات باتیں ضروری ہیں۔

پہلی بات: ہمیں بچوں کو ہر قسم کے جوئے سے روکنا چاہئے، اِسلئے کہ یہ آپس میں دشمنی اور عداوت پیدا کرتا ہے اور اِس سے اُن کا وقت، مال اور نمازوں کا نقصان ہوتا ہے۔

دوسری بات:

بچوں کے اَدب اور رسائل وغیرہ کی اَخلاقی اَہمیت سے اِنکار محال ہے، اچھے رسائل بچوں پر اچھا اثر اور برے رسائل برا اَخلاقی اَثر ڈالتے ہیں، تعمیری کتابیں اور اچھے رسائل پڑھنے سے بچوں کے خیالات میں خاطر خواہ ترقی ہوتی ہے جبکہ برے رسائل، بے حیا ڈائجسٹ پڑھنے، ننگی اور فحش تصاویر دیکھنے اور جنسی ناول پڑھنے سے سختی سے روکنا چاہئے کہ یہ اُن کے اَخلاق اور مستقبل کیلئے نقصان دہ ہیں۔

تیسری بات:

ہمیں بچوں کو سگریٹ نوشی سے روکنا چاہئے اور اُنہیں سمجھانا چاہئے کہ ڈاکٹروں کا اِس پر اِتفاق ہے کہ سگریٹ نوشی جسم کیلئے نقصان دہ ہے اور یہ سرطان جیسا موذی مرض پیدا کرتی ہے اور منہ میں بدبو پیدا کرتی ہے اور دانتوں کو خراب کرتی ہے اور سینے کو خالی کرتی ہے، اِس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہی نقصان ہے، شرعی طور پر بھی اور طبی طور پر بھی، لہٰذا ہمیں بچوں کو اِس کی بجائے پھلوں وغیرہ کے کھانے کی ترغیب دینی چاہئے۔

چوتھی بات:

بچوں کو سچ بولنے کا عادی بنانا چاہئے اور ہمیں اِن کے سامنے مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہئے، اِسلئے کہ قرآنِ مجید میں بہت سی جگہوں میں جھوٹ بولنے پر وعید سنائی گئی ہے، اِس کی برائی کیلئے اِتنا کم ہے کہ جھوٹ بولنے والے پر خدا کی لعنت ہوتی ہے اور حدیثِ پاک میں ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اُس کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور ہو جاتا ہے اور جب ہم بچوں سے وعدہ کریں تو ہمیں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہئے کہ حدیثِ صحیح میں ہے کہ رَسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے بچے سے کہا کہ آؤ! یہ چیز لے لو، پھر اُس نے وہ چیز نہ دی تو وہ جھوٹا ہے۔ [مسند احمد]

اِسی طرح حدیثِ پاک میں ہے کہ ہمیشہ سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور برائیاں جہنم کا راستہ دکھاتی ہے۔ [مشکوٰۃ المصابیح]

پانچویں بات:

ہم پر ضروری ہے کہ ہم اپنی اولاد کو حرام مال نہ کھلائیں جیسا کہ رشوت، سود، چوری اور ملاوٹ وغیرہ ورنہ یہ حرام ذرائع اُن کے دل کی سختی، اُن کی سرکشی اور نافرمان ہونے کا سبب ہو جائیں گے۔

چھٹی بات:

ہمیں اپنی اولاد کیلئے ہلاکت وتباہی کی بددُعا نہیں کرنی چاہئے، اِسلئے کہ دُعا بری ہو یا اچھی، وہ قبول ہو جاتی ہے اور بسا اَوقات اِس وجہ سے اُن میں گمراہی زیادہ ہو جاتی ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ

ہم اپنی اولاد کیلئے اچھی دُعا ہی کریں کہ اللہ تعالیٰ تم کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

ساتویں بات:

بچوں کے اَخلاق پر اُلٹی سیدھی فلمیں اور ڈرامے بھی بہت برا اَثر ڈالتے ہیں، آج پوری دنیا میں اِس بارے نفیس تحقیق ہو رہی ہیں، اکثر تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ بری اور فحاشی سے بھرپور فلمیں دیکھنے سے بچوں کے جذبات، اَطوار و کردار اور گفتار متاثر ہوتے ہیں جنسی بے راہ روی، مار دھاڑ، لوٹ کھسوٹ اور دھوکہ بازی کی فلمیں دیکھنے سے بچوں میں یہ خیال مضبوطی پکڑتا ہے کہ چونکہ جرم میں لطف بھی اور نفع بھی اور اَخلاقی قدریں محض ڈھونگ ہیں، اِسلئے اَخلاقی بندشوں سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرنا ہی آئین زندگی ہے، اِسلئے بچوں کو فلمیں دیکھنے، ٹیلی ویژن پر ڈرامے دیکھنے اور گانے باجے سننے سے روکنا چاہئے کہ یہ اُن کے اَخلاق اور دنیا و آخرت میں نقصان کا سبب ہیں۔

چوتھا اُصول: پردہ کا حکم

ہمیں بچیوں کو بچپن سے ہی پردے کی ترغیب دینی چاہئے کہ وہ بڑی ہو کر بھی اس کی پابندی کریں، بچیوں کو چھوٹے کپڑے، پینٹ شرٹ اور خالی شلوار وغیرہ نہیں پہنانی چاہئے، خصوصاً جب بچیاں بالغ ہو جائیں کہ یہ نوجوانوں میں فتنہ ڈالنے کا باعث ہے، ہم پر لازم ہے کہ ہم بچیوں کو سات

سال کی عمر میں اپنے سر پر دوپٹہ وغیرہ رکھنے کا حکم دیں اور بالغ ہونے کے وقت اپنے چہرے کو ڈھانپنے کا حکم دیں اور ہمیں اُنہیں برقعہ وغیرہ پہننے کا حکم دینا چاہئے جو کہ اُن کے جسم کو ڈھانپنے والا، ڈھیلا اور لمبا ہو، یہ اُن کی آبرو کی حفاظت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مومن عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

{ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ } [الاحزاب:۵۹]

"اے نبی! اپنی بیویوں، صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالیں رہیں، یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کہ پہچان ہوتو وہ ستائی نہ جائیں

-

اِس آیت مبارکہ میں حکم دیا گیا ہے کہ آزاد عورتیں چادر سے اپنا جسم، چہرہ اور سرڈھانپ کر رکھیں اور اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو غیر مردوں کیلئے سنگھار کرنے، چہرہ کھلا رکھنے اور بے پردگی اور بے حیائی سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ} [الاحزاب:۳۳]

"اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو، جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔"

اس آیت کریمہ میں مسلمان عورتوں کو زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح بے پردہ پھرنے سے منع کیا گیا ہے، ہمیں اپنی اولاد کو یہ سمجھانا چاہئے کہ ہر جنس اپنے خاص لباس کا التزام کرے تاکہ وہ دوسری جنس سے ممتاز ہوسکے یعنی لڑکوں کو اپنا مخصوص لباس اور لڑکیوں کو اپنا مخصوص لباس پہننا چاہئے، اگر والدین چھوٹے بچوں کو لڑکیوں والا لباس پہنائیں گے تو اس کا گناہ والدین کے ذمہ ہوگا، اس بارے حدیث مبارک میں ہے۔

"رسول اللہ ﷺ نے اُن مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور آپ نے مردوں کو ہیجڑا بننے اور عورتوں کے مرد بننے پر لعنت فرمائی۔ [صحیح بخاری]

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

{مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ} [سنن ابوداود]

"جس نے کسی قوم کی مشابہت کی، وہ اُن میں سے ہی ہوگا۔"

ان اَحادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مردوں کو عورتوں کی مشابہت کرنا اور اُن جیسا لباس پہننا منع ہے اور اسی طرح عورتوں کو مردوں کی مشابہت کرنا اور اُن جیسا لباس پہننا منع ہے۔

پانچواں اُصول:

اَخلاق وآداب

کسی قوم کا بہترین سرمایہ اُس کے اَفراد ہوتے ہیں، اَفراد کی بہترین قوت اُن کا اَخلاق ہے، اَخلاقی قوت کے بغیر اَقوام خاک کا ڈھیر ہیں، اِسلئے ذاتی تعمیر اور ملی عظمت کے حصول کیلئے اَخلاق کی تربیت کو فوقیت ملنی چاہئے، اَخلاق کی تربیت کا بہترین وقت بچپن کا زمانہ ہے، اگر بچوں کو اِبتدائی عمر میں ہی اَخلاقی اُصولوں سے اچھی طرح روشناس کروادیا جائے تو بالغ ہو کر اُن کے بداَخلاق ہونے اور جرائم کی دنیا میں بھٹکنے کا اِحتمال تقریباً ختم ہوجاتا ہے۔

اَچھی اَچھی باتیں

[۱]۔ ہمیں بچوں کو عادی بنانا چاہئے کہ وہ پہننے، دینے، کھانے، پینے اور لکھنے وغیرہ میں دائیاں ہاتھ اِستعمال کریں کہ حدیثِ مبارک میں ہے کہ اَللہ تعالیٰ ہر کام میں دایاں پسند فرماتا ہے یہاں تک کہ جوتا پہننے اور تسمہ باندھنے میں بھی دائیں کا خیال رکھنا چاہئے۔ [مشکوٰۃ المصابیح]

[۲]۔ اِسی طرح بچوں کو یہ تعلیم دینی چاہئے کہ وہ ہر نیک وجائز کام کو شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھیں، خاص طور پر کھانے پینے اور لیتے دیتے وقت کہ حدیث مبارک میں ہے۔

{كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ}

''ہر اچھا کام جو بسم اللہ کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ نامکمل ہوتا ہے۔''

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہر نیک اور اچھا کام بسم اللہ شریف سے شروع کریں۔

نوٹ: اَلبتہ ناجائز وحرام کام شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا ثواب کی بجائے گناہ کا باعث ہے۔

[۳]۔ ہمیں بچوں کو عادی بنانا چاہئے کہ وہ شام کے بعد بغیر اَشد ضرورت کے باہر نہ نکلیں کیونکہ اُس وقت شیطان اور جن پھیلے ہوتے ہیں اور دروازہ کو بسم اللہ کہہ کر بند کریں کہ جب اِس

طرح دروازہ بند کیا جائے گا تو شیطان خواہ چور کی شکل میں ہو، وہ اسے نہیں کھول سکتا۔

[۴]۔ ہمیں بچوں کو سمجھانا چاہئے کہ جب سونے کا وقت ہو تو طہارت کر کے سو جائیں، کچھ دیر دا ہنی کروٹ پر رخسار کے نیچے دایاں ہاتھ رکھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے اور پھر بائیں کروٹ پر سو جائیں، سوتے وقت قبر میں سونے کا خیال لائیں کہ وہاں تنہا سونا ہے، سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لیں کہ اس کی برکت سے شیطان سے حفاظت میں رہیں گے، عشاء کی نماز کے بعد جھوٹے قصے کہانیاں، ہنسی مذاق اور دل لگی مت کریں بلکہ اگر ضروری ہو تو دین کی باتیں کریں، ہاں! اگر مہمان وغیرہ آئے ہوں تو اُن کی محبت کی خاطر ضرورتاً دنیا کی باتیں کر سکتے ہیں مگر جب باتیں ختم ہو جائیں تو سونے کی دُعا پڑھ کر سو جائیں۔

کھانے کے آداب

ہمیں اِسلام نے تمام معاملات زندگی میں رہنمائی کی ہے، ہمیں کسی معاملے میں دوسری قوموں کا محتاج نہیں رکھا، لہٰذا وہ بدنصیب لوگ ہیں جو اِسلامی طریقوں کو چھوڑ کر عیسائیوں اور یورپ کی دوسری کی قوموں کے طریقوں پر چلتے ہیں، ہم یہاں کھانے کے بھی کچھ آداب ومسائل بیان کرتے ہیں۔

[۱]۔ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا چاہئے۔

[۲]۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنی چاہئے۔

[۳]۔ تکیہ لگا کر، ننگے سر اور بائیں ہاتھ سے کھانا منع ہے۔

[۴]۔ زیادہ گرم کھانا نہیں کھانا چاہئے، اِسی طرح کھانے کے اُوپر سانس پھونکنا بھی منع ہے۔

[۵]۔ کھانے کے بعد اُنگلیاں چاٹ کر صاف کر لینی چاہئے۔

[۶]۔ کھانا اگر کسی وجہ سے پسند نہ ہو تو مت کھائیں مگر اُس میں عیب نہ نکالیں اور نہ اُسے برا بھلا کہیں۔

[۷]۔ کھانے کے بعد خدا کا شکر کریں اور الحمدُ للہ وغیرہ پڑھیں۔

[۸]۔ کھانا بیٹھ کر کھانا سنتِ مبارک ہے، کھڑے ہو کر کھانا عیسائیوں کا طریقوں ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔

پانی پینے کے آداب

[۱]۔ پانی بیٹھ کر، بسم اللہ شریف پڑھ کر دائیں ہاتھ سے پینا چاہئے، پانی پر پھونکیں نہیں مارنی چاہئے۔

[۲]۔ کھڑے ہو کر نہ پئیں کہ یہ خلاف سنت ہے، اَلبتہ وضو کا بچا ہوا پانی اور آب زمزم کھڑے ہو کر پینا ہی مستحب ہے۔

[۳]۔ اگر گلاس وغیرہ میں پانی بچ جائے تو اُسے پھینکنا منع ہے کہ مومن کے جھوٹے میں شفا ہے، اِس بچے ہوئے پانی کو کوئی دوسرا فرد پی سکتا ہے۔

[۴]۔ مسجد سے اپنے گھر کے اِستعمال کیلئے پانی لے کر جانا منع ہے۔

نیک اور اَچھی عادتیں

ہمیں بچوں کو اَچھی اَچھی عادتیں ڈالنی چاہئے۔

[۱]۔ زمین پر اَکڑ کر نہیں چلنا چاہئے۔

[۲]۔ بڑوں کے سامنے اُونچی آواز میں نہیں بولنا چاہئے۔

[۳]۔ پیٹ کے بل نہیں لیٹنا چاہئے کہ اِس طرح کافر اور جہنمی لیٹتے ہیں۔

[۴]۔ عصر کے بعد سونے سے عقل کم ہوتی ہے اور غسل خانے میں پیشاب کرنے سے حافظہ کمزور ہوتا ہے، اِس سے بچنا چاہئے۔

[۵]۔ جب کسی کے گھر جائیں تو پہلے اندر جانے کی اِجازت لیں، پھر سلام کریں اور پھر

کوئی بات چیت وغیرہ کریں۔

[۶]۔ اگر خالی گھر میں جائیں تو پھر [اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ] کہیں۔

[۷]۔ جب کسی مسلمان کو چھینک آئے تو وہ [اَلْحَمْدُ لِلّٰہ] کہے اور سننے والا [یَرْحَمُکَ اللّٰہُ] کہے اور پھر چھینکنے والا [یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ] کہے۔

[۸]۔ جب جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے، اُس کو روکیں ورنہ منہ پر ضرور ہاتھ رکھیں کیونکہ جماہی کے وقت مختلف قسم کی آوازیں نکالنا یعنی قاہ قاہ وغیرہ شیطان کا طریقہ ہے۔

[۹]۔ آوارہ اور بدچلن لڑکوں کی دوستی سے اپنے بچوں کو منع کریں۔

ہم نے یہ اچھی اچھی باتیں بتائیں، اب اچھے وہ ہوں گے جو اِن باتوں پر عمل کریں گے اور خود عمل کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی ترغیب دلائیں گے۔

بڑوں کا اَدب

ہمیں اپنے بچوں کو بتانا چاہئے کہ بڑوں کا اَدب کرنا بہت ضروری ہے اور جو بڑوں کا اَدب نہیں کرتے، وہ بے اَدب کہلاتے ہیں اور بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنے والے پر اللہ تعالیٰ بہت اِنعام فرماتا ہے اور علماء دین کی تعظیم کرنا بھی عین ثواب کا کام ہے، جب علماء کرام آئیں تو اُن کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونا چاہئے، کافر اور بدمذہب تعظیم کے حقدار نہیں، لہذا اِن کیلئے کھڑے نہیں ہونا چاہئے، ہمیں بچوں کو بتانا چاہئے کہ وہ اپنے اَساتذہ، والدین اور بڑے لوگوں کا اَدب کریں، اِن کی نصیحت پر عمل کریں اور اِن کا حکم مانیں۔

اچھی اچھی دُعائیں

[۱]......جب گھر سے نکلیں تو یہ دعا پڑھیں۔

[بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ]

[۲]......جب سو کر اٹھیں تو یہ دعا پڑھیں۔

[اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ]

[۳]...... جب کھانے سے فارغ ہوں تو یہ دعا پڑھیں۔

[اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ]

[۴]......شب قدر وشب برأت میں یہ دعا پڑھیں۔

[اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ يَا غَفُوْرُ]

[۵]......جب آئینہ دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں۔

[اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ]

[۶]......جب بارش نہ ہو تو یہ دعا پڑھیں۔

[اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا هَنِيْئًا مَّرِيْئًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ]

[۷]...... ہر پریشانی دور کرنے کیلئے یہ دعا ہر نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر ایک دفعہ پڑھیں

[بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ]

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیرِ خلقہ سیدنا محمد وآلہ وأصحابہ أجمعین برحمتک یا أرحم الراحمین۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

ہر حافظ، ہر قاری، ہر گھر، ہر سکول، ہر مکتب، ہر جامعہ اور ہر مسلمان
کیلئے ضروری رسالہ

قرآن کوئیز

مرتّب:
محمد فہیم قادری مصطفائی
صدر مدرس جامعۃ المصطفٰی

کل سوالات: 160
حصہ اوّل: 75 حصہ دوم: 37 حصہ سوم: 48

ناشر:
مکتبۃ النُّعمان ونیہ والہ گوجرانوالہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

ہر حافظ، ہر قاری، ہر گھر، ہر سکول، ہر مکتب، ہر جامعہ اور ہر مسلمان
کیلئے ضروری رسالہ

عقائد کوئیز

مُرتّب:
محمد فہیم قادری مصطفائی
صدر مدرّس جامعۃ المصطفیٰ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ناشر:
مکتبۃ النُّعمان ونیہ والہ گوجرانوالہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ

فقہ حنفی کے مطابق طہارت، وضو، غسل اور نماز وغیرہ کے مسائل
پر مشتمل مشقوں کے ساتھ بہترین مجموعہ

بہارِ فقہ

تصنیف:
شیخ محمد فہمی السقاء
ترجمہ وتحقیق:
مُحمّد فہیم قادری مُصطفائی
صدر مُدرّس جامعۃ المصطفٰی

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

ناشر:
مکتبۃ النعمان گوجرانوالہ
مفتی محمد فہیم مصطفائی صاحب کی

کی دیگر غیر مطبوعہ کتب کا تعارف

[۱]: **اِسلام کوئیز** (اسلامی تعلیمات، اسلامی اخلاقیات اور اسلامی عبادات پر مشتمل بہترین تحریر) زیرِ طبع۔

[۲]: **تفہیمُ الاحادیث** (صحاح ستہ سے أخذ شدہ عقائدِ اہلسنت پر مشتمل اَنمول تحریر) زیرِ طبع۔

[۳]: **تدوینِ فقہ** (فقہ کی تعریف، موضوع اور تاریخ وتدوین پر مشتمل ایک مفید رسالہ) زیرِ طبع۔

[۴]: **تدوینِ حدیث** (حدیث کی تعریف، تاریخ وتدوین پر مشتمل بہترین رسالہ) زیرِ طبع۔

[۵]: **تدوینِ تفسیر** (تفسیر وتاویل کی تعریفات وتاریخ وتدوین پر مشتمل عمدہ رسالہ) زیرِ طبع۔

[۶]: **عُلومِ مُصطفیٰ** (صحاح ستہ میں مذکور علم غیب پر مشتمل 160 اَحادیث کا مجموعہ) زیرِ طبع۔

[۷]: **عقیدۂ شفاعت** (شفاعت کی اقسام اور دلائل واضحہ پر مشتمل رسالہ، 48 صفحات) زیرِ طبع۔

[۸]: **حقیقتِ میلاد** (قرآن وسنت کے دلائل سے مزین انمول تحریر، 24 صفحات) مطبوعہ مکتبۃ النعمان۔

[۹]: **تفہیمُ القواعد** (نحوی ترکیبی قواعد پر مشتمل ایک مفید تحریر، 56 صفحات) زیرِ طبع۔

[۱۰]: **اِشاریہ علی البخاری** (صحیح بخاری سے أخذ شدہ عقائد واَحکام ومسائل کے حوالہ جات کا مجموعہ) زیرِ طبع۔

[۱۱]: **اِشاریہ علی المسلم** (صحیح مسلم سے أخذ شدہ عقائد واَحکام ومسائل کے حوالہ جات کا مجموعہ) زیرِ طبع۔

[۱۲]: **اِشاریہ علی الترمذی** (جامع ترمذی سے أخذ شدہ عقائد واَحکام کے حوالہ جات کا مجموعہ) زیرِ طبع۔

[۱۳]: **اِشاریہ علی النسائی** (سنن نسائی سے أخذ شدہ عقائد واَحکام کے حوالہ جات کا مجموعہ) زیرِ طبع۔

[۱۴]: **اِشاریہ علی ابی داؤد** (سنن ابی داؤد سے أخذ شدہ عقائد واَحکام کے حوالہ جات کا مجموعہ) زیرِ طبع۔

[۱۵]: **اِشاریہ علی ابن ماجہ** (سنن ابن ماجہ سے أخذ شدہ عقائد واَحکام کے حوالہ جات کا مجموعہ) زیرِ طبع۔

[۱۶]: **عقیدۂ استعانت اور صحابہ کرام** (صحابہ کرام کے استعانت واستمداد کے عقائد پر مشتمل بہترین رسالہ 40 صفحات) زیرِ طبع۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مفتی محمد فہیم مصطفائی صاحب کی
کی درسی غیر مطبوعہ کتب کا تعارف

[۱]: **تفہیمُ النّحو، شرح ہدایۃ النحو** (ہدایۃ النحو کی عبارت کو حل کرنے والی بہترین شرح) زیرِ طبع۔

[۲]: **تفہیمُ التّرکیب، شرح مائۃ عامل** (شرح مائۃ کی مکمل ترکیب پر مشتمل) زیرِ طبع۔

[۳]: **تفہیمُ التّہذیب، شرح شرح تہذیب** (اغراض شارح حل کرنے والی بہترین شرح) زیرِ طبع۔

[۴]: **تفہیمُ الجامی، شرح شرح جامی** (اغراض شارح حل کرنے والی بہترین شرح) زیرِ طبع۔

[۵]: **تفہیمُ المشکوۃ، شرح مشکوۃ** (مختلف منتخب احادیث سے مستنبط سینکڑوں مسائل کا مجموعہ) زیرِ طبع۔

[۶]: **تفہیمُ الہدایہ، شرح ہدایہ** (منتخب ابواب کی اغراض شارح حل کرنے والی بہترین تحریر) زیرِ طبع۔

[۷]: **تفہیمُ المُختصر، شرح مختصر المعانی** (اغراض شارح حل کرنے والی بہترین شرح) زیرِ طبع۔

[۸]: **تفہیمُ الحُسّامی، شرح حُسامی** (اغراض شارح حل کرنے والی بہترین شرح) زیرِ طبع۔

[۹]: **تفہیمُ القطبی، شرح قطبی** (اغراض شارح حل کرنے والی بہترین شرح) زیرِ طبع۔

[۱۰]: **تفہیمُ الحسن، شرح مُلا حسن** (اغراض شارح حل کرنے والی بہترین شرح) زیرِ طبع۔

[۱۱]: **تفہیم البیضاوی، شرح بیضاوی** (اغراض مفسر حل کرنے والی بہترین شرح) زیرِ طبع۔

[۱۲]: **تفہیمُ العقائد، شرح شرح العقائد** (شرح عقائد کی آسان فہم شرح) زیرِ طبع۔

[۱۳]: **تفہیم المیبذی، شرح میبذی** (فلسفے کی کتاب میبذی کی پیچیدگیوں کو حل کرنے والی شرح) زیرِ طبع۔

[۱۴]: **دس سالہ حل شدہ پرچہ جات** (تنظیم المدارس کے تحت منعقد ہونے دورۂ حدیث کے دس سالہ پرچہ جات کا حل) زیرِ طبع۔